سلسلہ اصلاحی مواعظ 6

لڑائی جھگڑوں کے اَسباب اور ان کا حَل

حضرت مولانا منظور یوسف صاحب مدظلہ العالی

استاذ جامعہ فاروقیہ، امام وخطیب جامع مسجد رفاہِ عام، کراچی

سلسلہ اصلاحی مواعظ 6

لڑائی جھگڑوں کے اسباب اور ان کا حل

حضرت مولانا منظور یوسف صاحب مدظلہ العالی
استاذ جامعہ فاروقیہ، امام وخطیب جامع مسجد رفاہ عام

نامِ وعظ	:	لڑائی جھگڑوں کے اسباب
تاریخ طبع	:	ربیع الاول/۱۴۳۴ھ بمطابق فروری ۲۰۱۳ء
تعداد	:	۱۱۰۰
ناشر	:	مکتبہ فکرِ آخرت

ملنے کا پتہ

رابطہ: 0334-3328911

جامع مسجد رفاہِ عام ملیر ہالٹ کراچی

www.fikreakhirat.org

فہرست

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین

والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

وعلی الہ واصحابہ وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین،

اما بعد

گزشتہ چند سالوں سے جامع مسجد رفاہ عام میں بروزِ اتوار ظہر کی نماز کے بعد بندہ عاجز اپنے اور سامعین کے فائدے کے لئے کچھ دین کی باتیں کیا کرتا ہے۔

مختلف موضوعات پر بات ہوتی رہی اور سامعین نے الحمدللہ فائدہ محسوس کیا اور ہمیشہ سے یہ کوشش رہی کہ جس موضوع پر بات ہو مجلس کے اختتام پر ہی اس بیان کا خلاصہ تحریری شکل میں سامعین کو پرچوں (پمفلٹ) کی صورت میں پیش کردیا جائے تاکہ گھر جاکر دوبارہ ان باتوں کا باہمی مزاکرہ کرسکیں اور ظاہر ہے کہ ہر اتوار کو ہونے والے بیان کی تحریر پہلے سے تیار کرنا کافی دشوار کام ہے لیکن دیکھا یہ گیا کہ جب سامعین کو بیان سننے کے بعد تحریر بھی ملتی گئیں تو زیادہ فائدہ ہوا، یہ محض عطیہ خداوندی ہے کہ باقاعدگی کے ساتھ تحریر عمل میں آتی رہی اور اب تک یہ سلسلہ قائم ہے۔

آپ کے ہاتھ میں جو رسالہ ہے یہ انہی بیانات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے یعنی ''لڑائی جھگڑے کے اسباب'' کے موضوع پر کئی اتوار تسلسل جاری رہا اور بیان

کے بعد سامعین کو اس بیان کی تحریر بھی ملتی رہی اب انہی تمام پرچوں کو یکجا جمع کر کے ایک مختصر رسالے کی شکل دی گئی، البتہ پرچوں میں آیاتِ قرآنی اور احادیثِ مبارکہ کا عربی متن اختصار کے پیشِ نظر اور سوءِ ادب سے احتراز کی خاطر درج نہیں کیا جاتا، اس کتابچے میں ان آیات اور احادیث کا متن بھی باحوالہ ذکر کر دیا گیا اور مفید باتوں کا اضافہ بھی کیا گیا لیکن پھر بھی اختصار کو ملحوظِ نظر رکھا گیا تاکہ ضخامت کی وجہ سے اکتاہٹ پیدا نہ ہو، اگر آپ کوئی بات مفید پائیں تو اس کو محض اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھیں اور اگر کوئی غیر مفید جملہ ہو تو بندہ عاجز اپنی کوتاہی کا معترف ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو بندہ عاجز اور تمام قارئین کرام کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور اس عمل کو میرے والدین مکرمین، اساتذہ کرام، رفقاء اور تمام قارئین کی مغفرت کا ذریعہ بنائے!

منظور یوسف

۲۶/۰۱/۲۰۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾

وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

﴿إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ،فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ،وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا،وَلَا تَنَاجَشُوْا،وَلَا تَحَاسَدُوْا،وَلَا تَبَاغَضُوْا،وَلَا تَدَابَرُوْا،وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا﴾ (۱)

اللہ ﷻ نے نبی اکرم ﷺ کو قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کے لیے رسول بنا کر بھیجا، آپ ﷺ کی تعلیمات امن اور آپس میں محبت کے پیغامات سے بھری پڑی ہیں، ان ہی تعلیمات کی برکت سے دور جاہلیّت کی قاتلانہ لڑائیاں امن میں تبدیل ہوگئیں، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ایک دوسرے پر جان نچھاور کرنے والے بن گئے، نبی اکرم ﷺ نے ان برے اسباب سے امت کو روکا جن سے آپس میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں اور گھر کا اور معاشرے کا امن برباد ہو جاتا ہے، آیئے احادیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے معاشرے میں اختلاف اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تاکہ ہم ان اسباب سے بچنے کی کوشش کریں۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قولہ تعالیٰ: رقم الحدیث:۶۰۶۶

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”بدگمانی سے بچے رہو، کیونکہ بدگمانی بڑا جھوٹ ہے اور کسی کی ٹوہ میں نہ لگو، کسی کی حرف گیری مت کرو، نہ کسی کے عیوب تلاش کرو اور آپس میں ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور آپس میں ملاقات ترک نہ کرو اور اللہ کے بندے (اور) آپس میں بھائی بن کر رہو۔“

اس حدیث مبارک میں ان اسباب کی طرف نشان دہی فرمائی گئی ہے جن سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

پہلا سبب: بدگمانی کرنا

ارشاد فرمایا: ”بدگمانی سے بچو۔“

باہمی اختلاف وتفریق کے بڑھانے میں بدگمانی کو بہت بڑا دخل ہے، ایک فریق دوسرے فریق سے ایسا بدگمان ہو جاتا ہے کہ حسنِ ظن کی گنجائش ہی نہیں رہتی، مخالف کی کوئی بات ہو، اس کا محل اپنے خلاف نکال لیتا ہے، اس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور صرف ایک پہلو برائی کا نکلتا ہو، مگر اس کی طبیعت ہمیشہ برے پہلو کی طرف چلے گی اور اس برے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی بنا کر فریقِ مقابل پر تہمتیں اور الزام لگانا شروع کر دے گا۔

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ارشاد پاک ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (1)

”اے ایمان والو! زیادہ گمان کرنے سے بچے رہو، بلاشبہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں“۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض گمان گناہ نہیں ہوتے بلکہ محمود اور مستحسن ہوتے ہیں۔

---

(1) الحجرات: ۱۲۔

اللہ ﷻ کے متعلق اچھا گمان رکھیں

اللہ ﷻ کے متعلق یہ گمان رکھا کریں کہ وہ معاف کردے گا اور ساتھ ساتھ گناہوں سے بھی اجتناب کرتے رہیں، اور یہ کہ وہ میری دعاؤں کو قبول کرے گا، بندہ کے گمان کے مطابق اللہ ﷻ فیصلہ فرماتا ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ اچھا گمان رکھیں

مسلمانوں کے ساتھ بھی اچھا گمان رکھا جائے، ایک حدیث میں ہے کہ

"حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ" (۱)

اچھا گمان بہترین عبادت ہے۔

اس لئے نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ: "ظُنُّوا بِالْمُؤْمِنِیْنَ خَیْراً"

اہل ایمان کے ساتھ اچھا گمان رکھا کریں۔

لیکن اگر کوئی شریر آدمی ہو اور اس کی شرارتوں سے بچنے کے لئے کنارہ کشی اختیار کی جائے تو حرج نہیں ہے۔

دوسرا اور تیسرا سبب: دوسروں کے عیب تلاش کرنا

حدیث میں عیب تلاش کرنے کے لئے دو کلمات استعمال ہوئے ہیں: (۱) تَجَسُّس لفظِ "ج" کے ساتھ (۲) تَحَسُّس لفظِ "ح" کے ساتھ۔ تجسس ایسے امر کی جستجو اور تلاش کو کہا جاتا ہے جس کو لوگوں نے آپ سے چھپایا ہو اور تحسس مطلق عیب تلاش کرنے کو کہتے ہیں اور بعض اہلِ لغت نے لکھا ہے کہ تجسس ظاہر میں عیب تلاش کرنا اور تحسس باطن میں عیوب کو تلاش

---

(۱) ابوداؤد۔

کرنا ہے، بعض نے لکھا ہے کہ تجسس کے معنی اعمال میں عیب نکالنا اور تحسس کے معنی باتوں میں عیب نکالنا ہے۔ (۱) دونوں الفاظ سے غرض یہی ہے کہ مسلمانوں کے ظاہری اور باطنی عیوب کی طرف نگاہ نہ کرو۔

عیوب کی تلاش ذلت کا سبب ہے

ایک حدیث میں ہے کہ:

"لَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنِ اتَّبَعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ" (۲)

"مسلمانوں کے عیوب مت تلاش کیا کرو، اس لئے کہ جو مسلمانوں کے عیب تلاش کرتا ہے اللہ اس کے عیوب کو تلاش کرتا ہے اور جس کے عیوب اللہ تلاش کرتا ہے، اللہ اس کو گھر بیٹھے بیٹھے رسوا کر دیتا ہے"۔

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

"مَنْ سَتَرَ مُؤْمِناً كَانَ كَمَنْ أَحْيٰى مَوْءُ وْدَةً مِّنْ قَبْرِهَا" (۳)

"جس نے کسی مسلمان کا عیب چھپا لیا اس نے گویا زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو نکال لیا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مجلس میں لوگ بیٹھے تھے، ایک آدمی باہر سے آیا، مجلس میں سے کسی نے کہا "حضرت اس کی ڈاڑھی سے شراب کے قطرے ٹپک رہے ہیں" تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس تجسس سے اللہ نے ہمیں منع فرمایا ہے، جو ظاہری حالت دیکھیں گے اس پر ہم گرفت کریں گے۔"

آج ہمارے معاشرے میں یہ وبا کس قدر عام ہے! خاندانوں کا شیرازہ بکھر چکا ہے، ہر کوئی دوسرے کے عیب کریدتا ہے اور ان کی تشہیر کرتا ہے۔

---

(۱) معارف القرآن، ج:۸۔ والوافی شرح الاربعین للنووی۔ (۳) مسند أحمد، مسند عقبة بن عامر الجہنی، رقم الحدیث:۱۷۳۳۱۔

(۲) سنن أبي داود، کتاب الأدب، باب في الغيبة، رقم الحديث:۴۸۸۲۔

نبی اکرم ﷺ نے ہمیں منع فرمایا، ارشاد فرمایا اے لوگو جن کی زبانیں مسلمان ہوگئی ہیں لیکن دل مسلمان نہیں ہوئے! اپنے دلوں کو بھی ایمان کی طرف متوجہ کرو، اور پھر ارشاد فرمایا کہ اپنے مسلمان بھائیوں میں عیب مت تلاش کرنا اور یاد رکھنا کہ جو آدمی عیبوں کو تلاش کرے گا، ٹوہ میں پڑے گا اللہ پاک اس کے عیبوں کو تلاش کرنے لگ جاتا ہے اور جس آدمی کے اللہ پاک عیب تلاش کرنے شروع کردے تو گھر بیٹھے بیٹھے اس کو رسوا کر دیتا ہے۔ تو ہم اپنے آپ کو رسوائی سے بچائیں، آج معاشرے میں یہ بیماری عام ہے کہ ہر ایک کو عیب کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، ہر ایک میں نقطہ چینی کی جاتی ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی عجیب بات فرمائی کہ اگر کسی آدمی میں ننانوے احتمالات برائی کے ہیں تو ایک احتمال اچھائی کا ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ اس آدمی میں ننانوے برائیاں ہیں اور ایک اچھائی آپ کو نظر آرہی ہے تو اس اچھائی کو پکڑ لیجئے اور برائیوں کو چھوڑ دیجئے۔ سورۃ الہمزہ میں فرمایا کہ:

"وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ"

"تجسس کرنے والوں، ٹوہ لگانے والوں، تتبع کرنے والوں کے لئے بربادی ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ ایک آدمی کو اپنی آنکھوں سے چوری کرتے ہوئے دیکھا، اس سے فرمایا کہ آپ نے کیوں چوری کی، تو وہ قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں نے چوری نہیں کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فوراً فرمایا کہ اچھا میری آنکھوں نے غلط دیکھا ہے اس لئے کہ آپ نے اللہ کا نام استعمال کیا ہے، ممکن ہے آپ نے ایسا نہ کیا ہو۔[1] دیکھیں کس طرح سے اس کی برائی پر پردہ ڈال دیا، آج ہم نے نہیں بھی دیکھا ہو پھر بھی کہتے ہیں کہ اس نے یہ بات

---

(۱) احیاء العلوم۔

لازمی کی ہے، تو ادھر شیطان بھی ہزاروں وسوسے ڈال رہا ہے کہ اس نے یہ کام کیا ہے کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی ہے۔

ایک اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ﷻ جس آدمی کے ساتھ خیرو بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے سامنے اس کے عیوب اور برائیاں لے آتے ہیں اور لوگوں کی برائیاں اس سے چھپا دیتے ہیں، اور اگر یہ لوگوں کے عیوب کے پیچھے پڑا ہوا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ ﷻ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہیں فرمایا۔

چوتھا سبب: حسد کرنا

حسد کہتے ہیں: ''دوسرے سے نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرنا''، یہ بہت بری عادت ہے، علماء امت کا اجماع ہے کہ حسد حرام ہے، یہ اس قدر بری خصلت ہے کہ اس کی وجہ سے سامنے والے کی ہزار خوبیاں ہوں لیکن آدمی کو نظر نہیں آتیں، اس لئے کہ حاسد کی آنکھ اور سوچ ہی خراب ہو جاتی ہے اور حاسد اللہ ﷻ کی تقدیر پر گویا کہ اعتراض کر رہا ہوتا ہے کیونکہ سامنے والے کو جو نعمت ملی ہے وہ اس کو اللہ ﷻ نے عطا کی ہے اور یہ اس نعمت کے چھن جانے کی تمنا کر رہا ہے۔ حاسد بسا اوقات دوسرے سے نعمت چھن جانے کی تمنا کے ساتھ ساتھ یہ بھی آرزو کرتا ہے کہ یہ نعمت مجھے مل جائے اور کبھی تو صرف یہی تمنا ہوتی ہے کہ میرے پاس آئے نہ آئے بس دوسرے کے پاس نہ رہے، دونوں صورتیں حرام ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ:

''اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ، فَاِنَّ الْحَسَدَ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ''[1]

''حسد نیکیوں کو اس طرح برباد کر دیتا ہے، جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں کو ختم کر دیتی ہے۔''

اس حدیث کے ذیل میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ حسد

---

(۱) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الحسد، رقم الحديث: ۴۹۰۵۔

کرنے والا آدمی اپنا دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے نقصان کر رہا ہوتا ہے، دینی نقصان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ، فَاِنَّ الْحَسَدَ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ"

"حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ سوکھی ہوئی لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔"

اور دنیاوی نقصان یہ ہے کہ اس کا ہر وقت اندر ہی اندر دم گھٹا رہتا ہے اور یہ قوت پکڑتا رہتا ہے، ہر وقت وہ بے چینی، اضطراری اور بے قراری کی حالت میں ہوتا ہے کہ فلاں آدمی کی فلاں نعمت کس طرح سے اس سے زائل ہو جائے، اور جس دن اطلاع ملی کہ فلاں سے وہ نعمت چھن گئی تو دل میں بڑا خوش ہوتا ہے، سامنے جا کر بڑا افسوس بھی کرے گا لیکن اندر ہی اندر سے خوش ہو رہا ہوگا، یہ افسوس بس زبان پر ہے مگر دل میں نہیں ہے، یہ حسد کی پہچان ہے۔

آج ہمارے گھروں میں حسد پایا جاتا ہے، معاشرے میں حسد پایا جاتا ہے، آج بھائی بھائی سے جل رہا ہے، بھائی کو بہن سے حسد ہے، ساس کو اپنی بہو سے حسد ہے، اس حسد کی بنیاد پر گھریلو جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ہمیں اس سبب سے روکا۔

پانچواں سبب: بغض رکھنا

بغض کے معنی ہیں: "کسی مسلمان کا کھوٹ دل میں رکھنا، مسلمان کی نفرت کے بیج دل میں بونا۔" ایسا انسان اللہ کے نزدیک بڑا مبغوض ہوتا ہے، اللہ عزوجل کی رحمتوں سے محروم رہتا ہے، قیامت میں کسی کی سفارش نہیں کر سکتا، بغض خواہ ایک آدمی دوسرے سے رکھے یا دونوں ایک دوسرے سے رکھیں، دونوں صورتوں میں حرام ہے، البتہ اگر بغض اللہ کی رضا کے لئے ہو تو نہ صرف جائز ہے بلکہ مطلوب ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے بغض رکھنا۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاء"(۱)

''اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں سے دوستی نہ رکھو''۔

اور حدیث میں ہے:

"مَنْ أَعْطىٰ لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ وَ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَ أَبْغَضَ لِلّٰهِ وأنكح للّٰه فَقَدِ اسْتَكْمَلَ اِيْمَانَه" (۲)

''جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے بغض رکھا، اللہ کے لئے عطا کیا اور اللہ کے لئے روکے رکھا اور اللہ کے لئے نکاح کیا اس کا ایمان مکمل ہوگیا، لہٰذا اس بغض اور نفرت سے توبہ کریں۔''

میدانِ محشر میں جب انسان سفارش کے لئے آئے گا تو دل میں بغض نہ لے کے آئے، اللہ ﷻ نے اس امت کو اعزاز دیا ہے کہ میدان محشر میں اس امت کا ہر آدمی شفاعت کرے گا، جس جس کے لئے جنت کا فیصلہ ہو چکا ہوگا وہ دوسروں کے لئے اور پچھلی امتوں کے لئے سفارش کرے گا، ایک بڑی طویل حدیث ہے کہ پچھلی امتوں کے انبیا علیہم السلام آئیں گے کہ اے اللہ ہم نے اپنی امتوں کو دین کی تبلیغ کی تھی، قوموں نے انکار کیا تھا، تو اللہ پاک فرمائیں گے کہ کیا آپ کے پاس اس پر کوئی شاہد (گواہ) ہے؟ تو وہ کہیں گے یا اللہ حضرت محمد ﷺ کی امت گواہ ہے، تو نبی اکرم ﷺ اپنی امت سے پوچھیں گے کہ کیا تم گواہی دیتے ہو؟ تو ارشاد فرمائیں گے کہ کھڑے ہو جاؤ اور نوح علیہ السلام کے بارے میں گواہی دو، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گواہی دو، تو سب لوگ گواہی کے لئے کھڑے ہو جائیں گے لیکن جس کے دل میں بغض ہوگا وہ نہیں کھڑا ہوگا، اس کے دل میں ایک ظاہری چیز کی طرح بغض چھپا ہوا نظر آئے گا، جو اللہ علیم بذات الصدور ہے ہم اس سے کچھ نہیں چھپا سکتے، تو اس لئے اپنے دلوں کو دوسروں کی جانب سے صاف کیجئے۔

---

(۱) سورۃ الممتحنۃ:۱۔

(۲) سنن الترمذی، أبواب صفۃ القیامۃ، رقم الحدیث:۲۵۲۱۔

چھٹا سبب: ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنا

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ناراض نہ ہو، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ دَخَلَ النَّارَ"(۱)

''جو مسلمان بھائی سے تین دن تک ناراض رہا پھر اسی حال میں مر گیا تو وہ جہنم میں جائے گا۔''

ایک حدیث میں فرمایا کہ:

"لَا يَحِلُّ ..... يَلْتَقِيَانِ، فَيُعْرِضُ هٰذَا وَ يُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ"(۲)

''دو مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ایک مجلس میں جائیں اور پھر ایک ایک طرف منہ کر کے بیٹھ جائے اور دوسرا دوسری طرف منہ کر کے بیٹھ جائے (بلکہ) ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ چھ دن سے اپنے بھائی کو نہ بلانے والا اس آدمی کی طرح ہے جس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا ہو۔

نماز پڑھنا، نفل پڑھنا، ہزاروں کا مال خرچ کرنا آسان ہے لیکن روٹھے ہوئے کو سلام کرنا بہت مشکل ہے اس لئے اس پر اجر بھی بہت زیادہ ہے، بسا اوقات وہ اجر لاکھوں کو خرچ کرنے سے حاصل نہیں ہوتا جو اس موقع پر حاصل ہو جاتا ہے، اس کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی کہ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کو کتنی تکلیفیں دی گئیں، ظلم بھی کیا گیا، یہاں تک کہ سجدہ کی حالت میں ظالموں نے اونٹ کی اوجھڑی لا کر گلے میں ڈال دی، جب دوسروں نے آکر اوجھڑی ہٹائی تو آپ ﷺ نے سجدے سے سر اٹھایا، جب مکہ فتح ہوا تو سب کو معاف کرنے کا اعلان کر دیا، وہ لوگ بھی سامنے آگئے جنہوں نے چچا کو قتل کیا تھا، جنہوں نے ہجرت پر مجبور کیا تھا، ان سب کے لئے

---

(۱) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب فيمن يهجر أخاه......الخ، رقم الحديث: ۴۹۱۶۔

(۲) صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الهجرة، رقم الحديث: ۶۰۷۷۔

فرمایا کہ میں آج تمہیں وہی کہوں گا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

"لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ"

آج میں نے سب کو معاف کر دیا۔

یہاں پر یوسف علیہ السلام کا تذکرہ بھی اسی لئے فرمایا کہ بھائیوں نے کتنی تکلیفیں پہنچائیں، مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا جبکہ قدرت، حکومت اور اقتدار بھی ان کے پاس تھا، تو میرے دوستو معاف کرنا سیکھیں۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے تو ایک آدمی آئے جنہوں نے ہاتھ میں جوتے لئے ہوئے تھے اور جسم سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جنتی ہے، دوسرے دن اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے تجسس ہوا کہ آپ ﷺ نے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ یہ جنتی ہے، میں دیکھوں تو صحیح یہ کون سا نیک عمل کرتا ہے تاکہ میرا بھی وہ عمل کر کے اللہ جل جلالہ کے ہاں مقام بلند ہو جائے، تو فرماتے ہیں کہ میں ان کے گھر چلا گیا اور ان سے فرمایا کہ میں تین دن کے لئے مہمان بن کر آیا ہوں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ دو دن گزر گئے، تہجد اور نوافل وہ بھی پڑھتے تھے اور میں بھی پڑھتا، کوئی چیز اضافی چیز ان میں نہیں دیکھی، تیسری رات کو میں نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے آپ کے متعلق جنت کی بشارت دی ہے، اللہ کے واسطے مجھے بتا دیں کہ آپ کے پاس ایسا کون سا عمل ہے۔ تو ان صحابی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اور تو کچھ نہیں ہے بس میں رات کو لیٹتے وقت لوگوں کے بغض سے اپنے دل کو خالی کر کے سوتا ہوں، تو عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنتی ہونے کا یہی سبب ہے۔

قتل و غارت کی وجہ؟

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ:

”سَيُصِيبُ أُمَّتِىْ دَاءُ الْأُمَمِ،فَقَالُوْا:يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!وَمَا دَاءُ الْأُمَمِ؟قَالَ:اَلْأَشَرُ وَ الْبَطَرُ وَالتَّكَاثُرُ وَالتَّنَاجُشُ فِى الدُّنْيَا وَالتَّبَاغُضُ وَ التَّحَاسُدُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْبَغْىُ“(۱)

”میری امت میں گزشتہ امتوں کی بیماریاں پیدا ہوں گی، صحابہ کرام ﷡ نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا غرور وتکبر، مال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی سوچ، دنیاوی عہدوں اور دیگر معاملات میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی فکر کرنا، بغض اور حسد، جب یہ حالات پیدا ہو جائیں گے تو پھر ظلم وجود میں آئے گا اور پھر ظلم کے نتیجے میں قتل وغارت ہوگی۔“

اس کے علاوہ ایک حدیث میں جھگڑے کے اور اسباب بھی آپ ﷺ نے ذکر فرمائے ہیں، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ،اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ،لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ،اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا“ وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ”كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ“(۲)

”تم ایک دوسرے سے پیٹھ مت پھیرو اور تم میں سے کوئی آدمی دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ نہ لگائے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اپنے بھائی پر ظلم نہ کرے اور اسے رسوا بھی نہ کرے اور اسے حقیر بھی نہ جانے، کیونکہ تقویٰ تو دل میں ہوتا ہے۔“ (تین بار آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا) اور پھر فرمایا کہ: ”ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون بہانا حرام ہے اور دوسرے کا مال برباد کرنا حرام ہے اور دوسرے کی عزت پر حملہ آور ہونا حرام ہے۔“

ساتواں سبب: (کاروباری معاملات میں) ریٹ خراب کرنے کے لئے بھاؤ تاؤ لگانا

حدیث مبارک میں اس طرح بھاؤ تاؤ لگانے سے بھی روکا گیا ہے، اس کا مطلب یہ

---

(۱) المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلۃ ۱۵۰/۶، رقم الحدیث: ۷۳۱۱۔

(۲) صحیح المسلم، أبواب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ، رقم الحدیث: ۶۵۴۱۔

ہے کہ ایک آدمی کی سامان خریدنے کی نیت نہ ہو، صرف گاہک توڑنے کے لیے بیچنے والے سے یوں کہے کہ آپ فلاں کو یہ چیز اتنی قیمت میں بیچ رہے ہو، میں آپ کو اس سے زیادہ پیسے دوں گا، ایسا کرنا ناجائز ہے، مثال کے طور پر آپ نے ایک مکان خریدنے کا ارادہ کیا، آپ اور مالک مکان کے درمیان 50 لاکھ کی بات ہورہی ہے، ایک تیسری پارٹی کو پتہ چلا، اس نے مالک مکان سے آکر کہا کہ میں 60 لاکھ میں خریدوں گا، اب پہلے آدمی کو مکان پسند ہے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی 60 لاکھ دینے پر مجبور ہوگیا۔ حدیث پاک میں اس قسم کے معاملات کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ یہ دوکاندار اور خریدار دونوں سے دھوکہ کر رہا ہے۔ آج بازار اللہ کی رحمتوں سے اسی لئے محروم ہیں کہ یہ سب کچھ ہورہا ہے اور اللہ کے احکامات توڑے جارہے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ دھوکہ دہی کو کمال ہنر سمجھا جاتا ہے۔

آٹھواں سبب: مسلمان بھائی کو حقیر سمجھنا

یہ بھی معاشرے کے فساد کی جڑ ہے کہ آدمی دوسرے کو حقیر جاننے لگے، اپنے آپ کو دوسرے سے افضل سمجھے اور دوسرا اگر مال میں برابر کا نہیں تو حقیر جانے، شکل وصورت کے اعتبار سے اچھا نہیں تو اس کو ذلیل سمجھے، گویا کہ اس کو جینے کا حق ہی نہیں ہے، یاد رکھیں جو دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اللہ کی نگاہوں میں گر جاتا ہے۔ ان برے اسباب سے اپنے آپ کو اور معاشرے کو بچانے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ عمل کرنا آسان فرمائے، آمین۔

ظلم، مذاق، طعنہ اور چغل خوری

أَعُوذُ بِا للّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿وَمَن یَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾

وقال اللّٰہ عزوجل

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا یَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن یَكُونُوا خَیْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاء مِّن نِّسَاء عَسَى أَن یَكُنَّ خَیْراً مِّنْهُنَّ﴾ (۱)

وقال اللّٰہ عزوجل

﴿وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ(1)الَّذِی جَمَعَ مَالاً وَعَدَّدَهُ (2) یَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ(3) كَلَّا لَیُنبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ﴾ (۲)

﴿وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِتَّقُوا الظُّلْمَ،فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَّوْمَ الْقِیَامَةِ﴾

اللہ ﷻ نے اس کائنات کو بنایا ہے اور اس کائنات میں سب سے افضل، سب سے برتر، سب سے اشرف، سب سے اعلیٰ اللہ ﷻ نے اس انسان کو بنایا ہے۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک آدمی اپنا مکان بناتا ہے، مکان بنانے کے بعد اگر کوئی اس کو خراب یا برباد کرتا ہے تو اس کو یہ عمل اچھا نہیں لگتا اور آدمی کے دل میں ایسا کرنے والے کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر وہ دیوار پر خراش یا لکیر بھی لگا دیتا ہے تو اسے وہ بھی اچھی نہیں لگتی، گویا کہ وہ خراش اس کے دل میں لگی ہے، وہ سخت افسردہ ہوتا ہے کہ میری بنائی ہوئی چیز کو کیوں برباد کیا گیا۔ اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ ایک مالی کہیں کام کرتا ہے، باغیچہ بناتا ہے، اچھے اچھے پھول لگاتا ہے اور قسم قسم کی چیزیں وہ بناتا ہے اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جب کوئی پودا حد سے تجاوز کرتا ہے تو جہاں تک اس مالی کا مقصد اور مطلوب ہوتا ہے وہاں تک تو رکھتا ہے لیکن باقی کو وہ

---

(۱) سورہ حجرات۔

(۲) سورۃ الھمزہ۔

کاٹ دیتا ہے، انہیں وہ دائیں بائیں موڑتا ہے، اس بنائے ہوئے باغیچے کو اگر کوئی آدمی برباد کرتا ہے تو مالی کو افسوس ہوتا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ یہ باغیچہ اس کا نہیں ہے، لیکن فطرت ہے کہ جہاں اس کی محنت وکوشش لگی ہے اگر اس کو کوئی برباد کرتا ہے تو اسے افسوس ہونے لگتا ہے اور یہاں تک کہ جس نے یہ غلط کام کیا اس کے خلاف دل میں طرح طرح کی باتیں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور وہ کوشش کرتا ہے کہ جتنا ہو سکے اس کو سزا دے۔

میرے عزیز دوستو بزرگو! اس دھرتی کو اللہ ﷻ نے بنایا ہے، جو آدمی اس کائنات میں فساد کرے گا وہ اللہ ﷻ کو پسند نہیں ہے۔ فرمایا

﴿وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

"اللہ کو وہ پسند نہیں ہیں جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔"

اللہ کو ایسے لوگوں سے سخت نفرت ہوتی جو زمین میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا کہ: ﴿وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾

"کچھ لوگ ایسے ہیں جو معاشرے میں نکلتے ہیں اور جاتے ہیں تو زمین میں فساد ڈالتے ہوئے جاتے ہیں۔"

دو آدمیوں میں پھوٹ ڈال دی، لڑائی کروادی فساد ہو گیا، اور اسی طرح زمین میں کفر وشرک پھیلانا، غلط عقائد لوگوں کے دلوں میں ڈالنا بھی فساد پھیلانا ہے، اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ: ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا﴾

"اس زمین میں تم فساد نہ مچاؤ۔"

اللہ پاک نے تو یہ زمین تمہیں صحیح وسالم دی تھی، اس میں کوئی بگاڑ نہیں تھا، آدمی جب

دنیا میں آتا ہے تو اس کے دل میں کسی کی نفرت نہیں ہوتی، وہ پاک وصاف دل لے کے آتا ہے لیکن جیسے جیسے وہ معاشرے، ماحول میں بڑا ہوتا ہے اس کے دل میں نفرتیں اور فسادات پیدا ہونا شروع ہوجاتے ہیں، اللہ ﷻ نے فرمایا کہ اس دل کی زمین کو بھی پاک وصاف رکھو، اللہ نے اسے تمہارے لئے پاک بنایا تھا تو آپ نے اس میں کیوں بگاڑ پیدا کردیا اور گندگی ڈال دی ہے؟ اللہ پاک کو یہ فساد پسند نہیں ہے۔

گذشتہ قسط میں آپس میں لڑائی جھگڑوں کے اسباب میں آٹھ اسباب بیان ہوچکے ہیں، اب قرآن وحدیث کی روشنی میں مزید اسباب پر غور کرتے ہیں تاکہ ہم اپنے معاشرے کو ان برے اسباب سے پاک کرکے امن وسکون سے اللہ کی عبادت میں مشغول ہوں اور ہمارا معاشرہ جنت کی نظیر بن جائے۔

نواں سبب: ظلم کرنا

آپس میں جھگڑوں کا ایک سبب ظلم کرنا بھی ہے، ظلم کسی کی جان، مال اور عزت کو نقصان پہنچانے کو کہتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اِتَّقُوا الظُّلْمَ، فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (۱)

"ظلم سے بچو، اس لئے کہ ظلم قیامت میں اندھیروں کی شکل میں ہوگا۔"

ظلم نہ کریں، اس سے بھی فساد پیدا ہوتا ہے اور یاد رکھیں کہ ایک ظلم ہے اور ایک کفر ہے! ظلم تو بسا اوقات اتنا شدید ہوجاتا ہے کہ کفر کو اللہ تعالی کسی درجے کسی وقت تک گوارا کرلیتا ہے لیکن اللہ تعالی ظلم کو برداشت نہیں کرتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جس معاشرے میں کفر پیدا ہوجائے تو ممکن ہے کہ کچھ عرصے تک اس معاشرہ کو چلا لیا جائے اور اللہ پاک اسے زندہ رکھے، لیکن جس معاشرے میں ظلم پیدا ہوجائے گا اللہ پاک اس معاشرے کو برباد فرمادیں گے۔

---

(۱) صحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، رقم الحدیث: ۶۷۴۱۔

ظالم کی دعا قبول نہیں ہوتی

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

﴿لا تَظْلِمُوْا، فَتَدْعُوْ فَلَا يُسْتَجَابَ لَكُمْ وَ تَسْتَسْقُوْا فَلَا تُسْقَوْا وَتَسْتَنْصِرُوْا فَلَا تُنْصَرُوْا﴾ (۱)

''ظلم نہ کرو، ورنہ تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی اور تم بارش طلب کرو گے، تمہیں بارش نہ دی جائیں گی اور تم مدد مانگو گے، تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔''

غور فرمائیں کہ آج کے ماحول میں قحط سالی، مہنگائی، انسانی زندگی کا تنگ ہو جانا، کفار کا امت مسلمہ پر مظالم ڈھانا اور ان سب کے ساتھ ساتھ کامیابی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی، اللہ کی مدد نہیں اتر رہی یہ سب ظلم و زیادتی کے نتائج ہیں، ہر قسم کے ظلم سے دور رہیں تاکہ کامیابی حاصل ہو۔

مظلوم کی بددعا سے بچو

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

﴿اِتَّقُوْا دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَاِنَّهَا تَصْعَدُ اِلَى السَّمَاءِ كَاَنَّهَا شَرَارَةٌ﴾ (۲)

''مظلوم کی بددعا سے بچا کرو، اس لئے کہ وہ آسمان کی طرف ایسے بلند ہوتی ہے جس طرح آگ کی چنگاریاں اوپر کو اٹھتی ہیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ:

﴿دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ مُسْتَجَابَةٌ وَ اِنْ كَانَ فَاجِراً فَفُجُوْرُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ﴾ (۳)

''مظلوم کی آہ قبول ہوتی ہے، اگرچہ فاجر ہو، اس لئے کہ فجور کا تعلق اس کی ذات کے ساتھ ہے۔''

ظلم کی وجہ سے بھی معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور پھر اللہ کا غصہ اترتا ہے، ظاہر ہے جس پر آدمی ظلم کرتا ہے وہ اگر کمزور ہے تو دس جگہ ظالم کی برائیاں بیان کرتا ہے جس سے فساد پیدا ہوتا ہے۔

---

(۱)(۲)(۳) الترغیب والترہیب، کتاب القضاء، رقم الحدیث: ۳۳۶۰، ۳۳۷۱، ۳۳۸۲۔

ظالم سے اللہ غافل نہیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْأَبْصَارُ﴾(۱)

”آپ اللہ کو ظالموں کے اعمال سے غافل نہ سمجھیں، بے شک وہ ان کو مہلت دے رہا ہے اس دن کے لئے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔“

مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ ﷻ ظالم کی گرفت نہیں کرتا تو اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اللہ ﷻ کو اس کے ظلم کی خبر نہیں، بلکہ وہ گرفت اس لئے نہیں کرتا کیونکہ وہ ظالم کو مہلت دے رہا ہے تا کہ یہ ظلم سے توبہ کرے، اپنی حرکتوں سے باز آجائے، پھر بھی اگر باز نہیں آتا تو اللہ ﷻ نے قیامت کا دن فیصلے کا رکھا ہوا ہے، وہ مظلوم کو ظالم سے بدلہ ضرور دلوائے گا اور ظالم کا انجام برا ہوگا۔

اللہ ﷻ فرمایا کہ: ﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾

جس نے اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرلیا مثلاً مال کسی کا تھا، اس کے لئے حرام تھا لیکن اس نے استعمال کرلیا تو اس نے تجاوز کرلیا، دوسرے کی جان مارنا اس کے لئے حرام تھا تو اگر اس نے جان ماردی تو اس نے ظلم کیا، اور دوسرے کی عزت کا احترام کرنا اس پر لازم تھا، اگر اس نے اس کی عزت خراب کردی تو ظلم کیا، اس نے حد سے تجاوز کیا، اور جو انسان حد سے تجاوز کرتا ہے وہ اپنی ذات سے کرتا ہے وہ اپنی ذات سے ظلم کررہا ہے، وہ اس طرح کہ وہ اپنے آپ کو جہنم کے لئے تیار کررہا ہے اور مظلوم کی بددعا کا مستحق بن رہا ہے اس لئے کہ اس نے دوسرے پر ظلم کیا ہے، تو میرے دوستو آج اس سبب کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں کتنا بگاڑ ہے، آج ہر آدمی دوسرے پر زیادتی کررہا ہے، ہر آدمی اپنے حقوق کا تو مطالبہ کررہا ہے لیکن دوسروں کے

---

(۱) سورۃ ابراھیم، آیت نمبر: ۴۲۔

حقوق جو اس کے ذمے عائد ہو رہے ہیں ان کی ادائیگی کے لئے فکر نہیں کر رہا جس سے معاشرے میں فساد پیدا ہوتا ہے اور خاندانوں میں لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں، اس لئے آپ ﷺ نے ظلم سے ہمیں روکا ہے۔

دسواں سبب: مذاق اڑانا

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ﴾ (۱)

’’اے ایمان والو! نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے کہ کیا معلوم جن پر ہنستے ہیں وہ ان (ہنسنے والوں) سے (اللہ کے نزدیک) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے کہ کیا معلوم وہ ان سے بہتر ہوں۔‘‘

اس آیت میں غور فرمائیں، ارشاد فرمایا کہ ’’اے ایمان والو کوئی آدمی کسی آدمی کا یا کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ استہزا نہ کرے‘‘ حالانکہ اگر یہ فرما دیا جاتا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مذاق نہ اڑائے تو بیچ میں عورت بھی تو آ ہی جاتی اس لئے کہ جہاں یآ ایھاالذین آمنو آتا ہے تو تمام مردوں و عورتوں کو حکم ہوتا ہے، لیکن اس بات کو اللہ پاک نے دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا کہ اے مردو! تم بھی مذاق نہ اڑاؤ اور اے عورتو! تم بھی مذاق نہ اڑاؤ، اس لئے علیحدہ بیان فرمایا کہ اگر جہاں کہیں پانچ چھ آدمیوں کی مجلس لگتی ہے تو ایک آدمی اگر مالی، خاندانی حیثیت سے کمزور ہے، شکل وصورت کے اعتبار سے کمزور ہے تو وہ سب کے مزاق کا مرکز بن جاتا ہے، سب اس کا استہزاء کرنے لگ جاتے ہیں، اس لئے فرمایا کہ کسی کا دل ایسے نہ توڑا کرو اور عورتیں بھی جہاں اکٹھی بیٹھی ہیں اور ایک ایسی عورت وہاں آگئی جو خاندانی یا مالی حیثیت سے اچھی نہیں

---

(۱) الحجرات: ۱۱۔

ہے یا اُس نے کپڑے ایسے پہنے ہوئے ہیں جواُن کو اچھے نہیں لگتے اور قابل تعجب ہیں تو وہ سب کے مذاق کا مرکز بن جاتی ہے اور سب اس سے استہزا کرنے لگتی ہیں۔

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو آدمیوں کے درمیان اختلاف رونما ہوا تو وہ ایک دوسرے کا تمسخر اور استہزاء شروع کر دیتے ہیں، کسی کی ذراسی بات مل گئی، ہنسی مذاق اڑانا شروع کر دیا، حالانکہ ہوسکتا ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ اللہ کے نزدیک مذاق اڑانے والے سے بہتر ہو، بلکہ بسا اوقات وہ خود بھی اسے اختلاف سے پہلے اچھا اور بہتر سمجھتا ہے مگر ضد اور عناد کی وجہ سے اسے دوسرے کا چھوٹا سا عیب بھی نظر آنے لگتا ہے اور اپنے بڑے بڑے عیوب بھی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں، آنکھ کا تنکا تک نظر آتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا، اس طرح سے نفرت وعداوت کی خلیج روز بروز بڑھتی رہتی ہے، اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کی باتوں سے منع فرمایا ہے۔

عزت کی بنیاد تقویٰ ہے

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، أَمَرَ اللّٰهُ مُنَادِياً يُنَادِيْ أَلَا اِنِّيْ جَعَلْتُ نسباً وَجَعَلْتُمْ نسباً فَجَعَلْتُ أَكْرَمَكُمْ أَتْقَاكُمْ فَأَبَيْتُمْ الا أَنْ تَقُوْلُوْا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ خَيْرٌ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، فَالْيَوْمَ أَرْفَعُ نسبي وَأَضَعُ نسبكم، أَيْنَ الْمُتَّقُوْنَ؟﴾ (۱)

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اعلان کروائے گا: سن لو! میں نے بھی تمہارے نسب قائم کئے اور تم نے بھی نسب قائم کئے، میں نے سب سے زیادہ عزت اس کو دی جو تم میں سے متقی ہے اور تم نے میرے نسب کو ٹھکرا دیا اور تم نے کہا فلاں بن فلاں بہتر ہے فلاں بن فلاں سے، آج میں اپنے

(۱) الترغیب والترہیب، کتاب الأدب، رقم الحدیث: ۴۴۹۵۔

متعین کردہ نسب کو عزت دوں گا اور تمہارے نسب کو پست کردوں گا، کہاں ہیں تقوی والے؟''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿لا تُمارِ اَخاکَ وَلَا تُمازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِداً فَتُخْلِفَهُ﴾ (۱)

''تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر اور اس سے مذاق نہ کر (جس سے اسے تکلیف پہنچے) اور اس سے کوئی وعدہ نہ کر جس کی تو خلاف ورزی کرے۔''

مذاق اڑانے والوں کی سزا

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کچھ لوگوں کو قیامت کے دن جنت کی طرف بلایا جائے گا، جب دروازے کے پاس پہنچیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر جہنم کی طرف لوٹایا جائے گا اور پھر دوبارہ جنت کی طرف بلایا جائے گا، دروازے پر پہنچنے پر واپس لوٹا دیا جائے گا، اس طرح سے کئی بار کر کے پھر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، کہا جائے گا کہ یہ تمہارے مذاق اڑانے کی سزا ہے''۔ (۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''میں کسی کتے کا مذاق اڑاؤں، مجھے ڈر ہے کہ میں بھی اسی کی طرح نہ بنا دیا جاؤں''۔ (۳)

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نوح علیہ السلام راستے میں چل رہے تھے تو ایک کتے کو دیکھا، دل میں اس کی حقارت آئی تمسخر دل میں آیا تو فوراً اللہ کی طرف سے یہ وحی آئی کہ اگر یہ حقیر وذلیل ہے اور تو اس کا استہزاء کر رہا ہے تو اس سے اچھا تم بنا کر دکھاؤ۔ (۴) آدمی کی بھلا کیا حیثیت ہے کہ کسی جانور کو بھی نہیں بنا سکتا، ایک پتا بھی نہیں بنا سکتا، انسان تو انسان ہے، تو میرے دوستو! اپنے ماحول میں ایک

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب، باب المزاح، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۴۸۹۲۔

(۲) الترغیب والترھیب۔ (۳) تفسیر قرطبی، سورہ حجرات۔ (۴) المغنی۔

دوسرے کے ساتھ استہزا امت کیا کریں، یہ استہزاء اللہ پاک کو گوارہ نہیں ہے اور یاد رکھیں کہ جب کسی کا مذاق اڑایا تو ممکن ہے کہ وہ جس بیماری میں وہ مبتلا ہے اللہ پاک اس کو اس سے شفا دے دے اور ہمیں اس میں مبتلا کر دے، اس مذاق اڑانے کی سزا کبھی کبھی دنیا میں اللہ پاک دے دیا کرتے ہیں، تو اس سے اپنے آپکو بچائیں، آنحضرت ﷺ نے اس سے بہت سختی سے روکا۔

اہلِ ایمان کا مذاق اڑانا کافروں کا شیوہ ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ﴾ (۱)

”یہ مجرم لوگ اہلِ ایمان پر ہنستے ہیں اور جب (اہلِ حق) ان کے سامنے آتے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے (کر کے مسلمانوں کے ساتھ تمسخر) کرتے ہیں۔“

اس سے ان کافروں کا مقصد اہلِ ایمان کا مذاق اڑانا اور انہیں تکلیف پہنچانا ہوتا ہے اور جب وہ اپنی مجالس میں جاتے ہیں تو خوب مزے لے لے کر تذکرہ کرتے ہیں کہ ہم نے تو آج ان لوگوں کو خوب ذلیل کیا، آج کل کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو جو لوگ کچھ نئی تعلیم کی نحوست سے دین و آخرت سے بے فکر ہو چکے ہیں اور جن کا اللہ اور رسول پر ایمان برائے نام رہ گیا ہے وہ بھی علماء اور نیک لوگوں کے ساتھ ایسا ہی رویّہ اختیار کرتے ہیں، ڈاڑھی ٹوپی کا مذاق اڑاتے ہیں، نیک لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایسوں کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے، ایسے لوگوں کا حشر بھی انہی کافروں کے ساتھ ہوگا جو مسلمانوں کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں۔

خوش طبعی کے طور پر مذاق کرنا

خوش طبعی کے طور پر جو آپس میں مذاق کیا جائے (جسے عربی میں ”مزاح“ کہتے ہیں)

---

(۱) المطففین: ۲۹، ۳۰۔

وہ درست ہے مگر جھوٹ بولنا اس میں بھی جائز نہیں ہے، اگر مزاح سے کسی کو تکلیف ہوتی ہو تو وہ بھی جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی مزاح فرمالیتے تھے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا﴾ (۱)

''میں اس موقع پر بھی حق بات ہی کہتا ہوں۔''

گیارھواں سبب: طعنہ دینا

طعنہ کا لغوی معنیٰ ہے ''کسی کو نیزہ مارنا یا کسی پر تیر چلانا''، گویا کہ طعنہ دینے والا آدمی اپنی زبان سے ایسا تیر چلاتا ہے جو سامنے والے کے دل کو چھلنی کردیتا ہے۔

زبان سے لگایا ہوا زخم

اس لئے شاعر کہتا ہے

''جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْاِلْتِيَامُ وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ''

''تیروں کے زخم ٹھیک ہوجاتے ہیں لیکن زبان کے لگائے ہوئے ہمیشہ ہرے رہتے ہیں''

نبی اکرم ﷺ کو طعنہ سے کتنی تکلیف ہوئی

آپ ﷺ کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے، آپ ﷺ کو کتنا ستایا گیا اور نہ صرف ستایا بلکہ زبانی، جسمانی ہر طرح کی تکلیفیں دی گئیں، آپ ﷺ پر اوجھڑی ڈالی گئی تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بھی معاف کردیا، یہ واقعہ بھی آیا کہ آپ ﷺ کو پتھروں سے لہولہان کردیا گیا لیکن آپ ﷺ نے ان کو بھی معاف فرمادیا، اور جن لوگوں نے آپ ﷺ کے چچا کو شہید کیا انہیں بھی معاف کردیا، جنہوں نے ہجرت کرنے پر مجبور کیا ان کو بھی معاف کردیا مگر کچھ ایسے لوگ تھے جنہوں نے زبانوں سے آپ ﷺ کو ستایا تھا جو کہ غلیظ اشعار سے آپ ﷺ کی برائیاں بیان کرنے کی صورت

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب، باب المزاح، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۴۸۸۵۔

میں ہوتا تھا، جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ یہ لوگ جہاں جہاں ملیں انہیں قتل کیا جائے گا حتیٰ کہ اگر یہ غلافِ کعبہ کے ساتھ چمٹ کر کھڑے ہیں جب بھی انہیں قتل کیا جائے گا، یہ اس لئے تھا کہ زبان کا زخم ہمیشہ ہرا ابھرا رہتا ہے، اور پھر آپ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں میں سے ایک وہ تھا کہ جس نے آپ ﷺ کے بارے میں ایک عجیب جملہ کہا تھا، جب آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت اس کے سامنے رکھی تو اس نے کہا کہ اس مکہ و طائف کے درمیان آپ ہی اللہ کو ملے تھے، تجھ جیسے ہی کمزور انسان کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا تھا؟ (نعوذ باللہ)

عورت کا کردار

اس کے بعد ایک مکہ کا تیرہ سال کا زمانہ گزر گیا، مدینہ چلے گئے اور مدینہ کا آٹھ سالہ دور بھی گزر گیا، آج مکہ فتح ہوا تو وہ لوگ بھی سامنے آ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کا ایمان قبول نہیں ہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو ان کے لئے عزت کی بات ہوگی کہ شاید اسلام قبول کرنے پر ان کو بھی جنت مل جائے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سفارش کو قبول فرما کر معاف فرما دیا۔ آپ اندازہ کریں کہ پہلے تو اعلان کیا کہ جن لوگوں نے جانی تکلیفیں دیں تھی ان کو بھی معاف کر دیا لیکن چند لوگوں کا آپ ﷺ نے استثناء کر دیا، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے زبان سے آپ ﷺ کو طعنے دیئے تھے کہ تیرے پاس مال کہاں ہے؟ نبوت کی حیثیت تیرے پاس ہے کہاں؟ یتیم پیدا ہوا، باپ انتقال کر گئے، مال کی ثروت تیرے پاس ہے نہیں، کس بنیاد پر اللہ نے تجھے نبی بنایا ہے؟ ان لوگوں نے یہ طعنے دیئے، تو نبی اکرم ﷺ نے آج (فتح مکہ کو) معافی کا اعلان کر دیا لیکن فرمایا کہ فلاں فلاں کو معافی نہیں ہے، بہر حال کچھ کو قتل کر دیا اور کچھ بھاگ گئے اور نبی اکرم ﷺ کے پاس واپس آ کر اسلام قبول کر لیا۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک نبوت والی ذات بھی ان زخموں سے متاثر ہوئی ہے، تو زبان سے کسی کو طعنہ دینا بہت بڑا جرم ہے، اس لئے مسلمان کو طعنہ دینے سے اپنے آپ کو بچایئے کیونکہ طعنہ دینے سے بھی آپس میں لڑائی جھگڑوں کی نوبت پیدا ہو جاتی ہے اور قرآن و حدیث سے اس کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے، اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۙ (1)

''ہلاکت ہے ہر طعنہ دینے والے اور عیب نکالنے والے کے لئے''۔

کسی کو طعنہ دینا اس کے جسم میں، بول چال میں یا قد وغیرہ میں عیب ظاہر کرنا، زبان سے ہو یا اشارہ سے، خط میں لکھ کر یا مضمون شائع کر کے، ان الفاظ کے عموم میں یہ سب باتیں آگئیں، اگر کسی میں کوئی عیب موجود ہو، تب بھی عیب ظاہر کرنے کے طور پر بیان کرنا حرام ہے۔

طعنہ زنی کی مثالیں

کسی دراز قد کو لمبو کہنا یا پستہ قد کو ٹھگنا کہہ دینا یا کسی کے ہکلے پن کی نقل اتار دینا، جس کی چال میں فرق ہے اسے لنگڑا کہہ دینا، نابینا کو اندھا کہہ کر پکارنا، سیدھے سادھے آدمی کو بدھو کہنا وغیرہ طعنہ دینے کے زمرے میں آتا ہے، یہ سب اور اس طرح کی جو باتیں عام طور پر رواج پذیر ہیں ان سب سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

طعنہ زنی کی نحوست

رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد چھوٹا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کہہ دیا کہ صفیہ کا قد

---

(1) الھمزۃ:1۔

بس اتنا سا ہے (اور یہ بطور عیب لگانے کے کہا) تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ﴾ (1)

"تو نے ایسا کلمہ بولا ہے کہ اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی خراب کر کے رکھ دے۔"

بے شک حقیقت یہی ہے کہ طعنہ زنی کے کلمے میں اتنی نحوست ہے کہ اگر ظاہر ہو جائے تو سمندر کو بھی برباد کر دے۔

اندازہ کیجئے کہ نبی اکرم ﷺ نے طعنہ کی برائی کو کس قدر برا قرار دیا کہ فرمایا کہ اس کی تاثیر سے سمندر بھی خراب اور کڑوا ہو جائے گا، تو کیا طعنہ دینے والا جب یہ بری حرکت کرے گا تو سامنے والے کا چھوٹا سا دل خراب نہ ہوگا؟ اور معاشرے میں بگاڑ پیدا نہیں ہوگا؟ آج اچھے دیندار، نماز روزے کے پابند لوگ بھی اس جرم میں مبتلا ہیں، محض تفریح کے لئے طعنہ زنی کرتے ہیں۔

بارہواں سبب: چغل خوری کرنا

یہ بھی آپس میں جھگڑوں کا اس قدر خطرناک سبب ہے کہ بسا اوقات پورا خاندان اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔

چغل خوری کیا ہے

چغلی کی حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص کی برائی دوسرے کے سامنے اس نیت سے کی جائے کہ سننے والا اس کو کوئی تکلیف پہنچائے اور یہ شخص خوش ہو کہ اچھا ہوا اس کو یہ تکلیف پہنچی ہے، وہ برائی اگرچہ اس کے اندر موجود ہو یا نہ ہو لیکن آپ نے محض اس وجہ سے اس کو بیان کیا کہ دوسرا شخص اس کو تکلیف پہنچائے تو یہ بھی چغل خوری میں داخل ہے۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب، باب حفظ اللسان، رقم الحدیث: ۴۸۵۳۔

چغل خور کتنے گناہ کر رہا ہوتا ہے

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک اللہ والے کے پاس ایک آدمی آیا اور کسی کی چغل خوری بیان کی، تو اللہ والے نے فرمایا کہ آپ نے بڑا جرم کیا، پہلا جرم تو یہ ہے کہ اُس کے بارے میں میرا دل صاف تھا، میرے دل میں اس کے بارے میں میل پیدا کر دیا۔ دوسرا جرم یہ کیا کہ میرا دل خالی تھا، صرف اللہ کی یاد اس میں تھی، آپ نے میرے دل کو مشغول کر دیا ہے۔ تیسرا جرم یہ کیا کہ میرے نزدیک تیری عزت تھی اور اب میرے نزدیک تیری عزت گر گئی ہے، اور فرمایا کہ اگر آپ کے سامنے کوئی کسی کی باتیں بتا رہا ہے تو آپ خوش نہ ہوں کیونکہ وہ آپ کی چغل خوری بھی دوسروں کے سامنے کرے گا۔ تو چغل خوری کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چغل خوری کرنے والے لوگوں کے چہروں کو قیامت کے دن نوچا جائے گا۔ (۱)

چغل خوری دخول جنت کے لئے رکاوٹ ہے

۱۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ﴾ (۲)

''چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

مطلب یہ ہے کہ چغل خوری کی عادت سنگین گناہوں میں سے ہے جو جنت میں داخلے کے لئے رکاوٹ بننے والے ہیں اور آدمی اس گندگی اور شیطانی عادت کے ساتھ جنت میں نہ جا سکے گا، ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف کر دے یا اس جرم کی سزا دے کر اس کو پاک کر دے تو اس کے بعد وہ جنت میں داخل ہو سکے گا، ایک دوسری روایت میں چغل خور کو عذاب قبر کا سبب بھی بتایا گیا ہے۔

---

(۱) احیاء العلوم ج ۳۔ (۲) صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، رقم الحدیث: ۶۰۵۶۔ صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم النمیمۃ، رقم الحدیث: ۳۰۴۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿شرار عباد اللّٰہ اَلْمَشّٰاءُ وْنَ بِالنَّمِیْمَۃِ اَلْمُفَرِّقُوْنَ بَیْنَ الأَحِبَّۃِ﴾ (۱)

''سب سے برے لوگ وہ ہیں جو چغل خوری کر کے دوستوں کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں۔''

یقیناً کس قدر برے لوگ ہیں وہ جو چغلی کر کے اچھے پرسکون گھرانے کا امن برباد کر دیتے ہیں۔

چغل خور کتے کی شکل میں

۳۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلْھَمَّازُوْنَ وَ اللَّمَّازُوْنَ وَالْمَشَّاءُ وْنَ بِالنَّمِیْمَۃِ اَلْبَاغُوْنَ لِلْبُرَاءِ الْعَنَتِ یحشرھم اللّٰہُ فِیْ وُجُوْہِ الْکِلَابِ﴾ (۲)

''غیبت کرنے والوں اور طعنہ دینے والوں اور چغل خوری کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کتوں کی شکل میں زندہ کرے گا۔''

گھریلو چغل خوریاں

ساس بہو کے جھگڑے عرصوں سے چلے آ رہے ہیں، سینکڑوں گھر اس آگ میں جل رہے ہیں، اس میں ساس کی بھی کچھ غلطیاں ہوتی ہیں، کچھ نندوں کی، کچھ بہو کی اور گھریلو جھگڑے ان کی وجہ سے بڑھتے ہیں، جن میں ایک وجہ چغل خوری بھی ہے، شوہر بیوی کے لیے رزق حلال کمانے گھر سے نکلتا ہے، اس کے جاتے ہی گھریلو کام کاج کھانے پکانے اور بیوی کے مہنگے کپڑے خریدنے پر، یا بیوی کا اپنے کمرے کے لیے ذاتی چیزیں خریدنے پر، جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں، شام کو جب شوہر گھر میں داخل ہوتا ہے، ساس اپنے بیٹے کو بیوی کی شکایت کرتی ہے، یا بیوی اپنی ساس کی شکایت کرتی ہے، یا منہ پیچھے ساس اور نندیں اپنے پڑوسیوں کو اپنے رشتہ

---

(۱) مسند أحمد، مسند عبد الرحمن بن غنم: ۲۹/۵۲۱، رقم الحدیث: ۱۷۹۹۸۔

(۲) الترغیب والترھیب، کتاب الأدب، رقم الحدیث: ۴۲۷۷۔

داروں، یا ساس اپنے شوہر کو بیوی کی چغل خوری کرتی ہے۔

بعض دفعہ چھوٹی سی بات کو بھی بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے، اسی طرح بہو کا بھی اپنی ماں کو اپنے بھائیوں اور اپنے رشتہ داروں میں اپنی ساس اور نندوں کی غیبت کا کرنا اکثر گھروں کے ٹوٹنے کا باعث بنتا ہے۔

میاں بیوی میں جدائی ڈالنا گناہ ہے

میاں بیوی کے تعلقات میں جو دراڑ ڈالے اس کے لیے حدیث مبارک میں بڑی سخت وعید آئی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلٰى زَوْجِهَا﴾(۱)

''جو شخص کسی عورت کے تعلقات اس کے شوہر سے خراب کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔''

کیا یہ کوئی معمولی بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایسے آدمی سے براءت کا اعلان کریں جو میاں بیوی میں جدائی ڈالے؟ کوئی والد اگر اپنے کسی بیٹے کے متعلق یہ کہے اس کی نافرمانیوں کی وجہ سے کہ اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، تو یہ کتنی بڑی رسوائی ہے، اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ایسے آدمی سے لاتعلقی کا اظہار کیا، ایسا شخص نبی اکرم ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔

چغل خور کتنے گناہ کر رہا ہوتا ہے

(۱) وہ فسق و فجور میں مبتلا ہے،

(۲) اپنے غیر حاضر بھائی کو لوگوں کی نگاہوں میں گرا رہا ہے اور بدگمانی پھیلا رہا ہے،

(۳) غیبت بھی کر رہا ہے، (۴) دھوکہ دے رہا ہے،

(۵) خیانت کر رہا ہے، (۶) لوگوں میں پھوٹ ڈال رہا ہے۔

---

(۱) سنن ابی داود، کتاب الاخلاق، باب: فیمن خبب امرأة علی زوجها، رقم الحدیث: ۲۱۷۷۔

پڑوسی کے حقوق میں کوتاہی اور مال

أَعُوْذُ بِا للّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالاً فَخُوراً﴾

﴿وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، قِيْلَ: وَمَنْ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلَّذِيْ لَا يَأْمِنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ﴾ (۱)

گذشتہ دو اتوار سے آپس میں لڑائی جھگڑوں کے اسباب کا بیان چل رہا تھا، ہر انسان کی تمنا ہے کہ معاشرے میں امن و امان سے زندگی گزارے لیکن اگر انسان یہ طے کرے کہ میں کسی کو اذیت نہیں دوں گا اور میرے ذمے دوسروں کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں میں ان کی ادائیگی کی بھرپور کوشش کروں گا تو انشاء اللہ معاشرے میں سدھار پیدا ہوجائے گا۔ آخر وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے معاشرے کا امن تباہ ہوگیا؟ کچھ اسباب کا تذکرہ گذشتہ بیانات میں ہو چکا ہے اور کچھ اسباب مزید ذکر کرنے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے پھل کھا لیا تو جیسے ہی ان کو اس کا احساس ہو کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا تو فوراً اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے، تاخیر ایک ذرہ بھی نہیں کی، فوراً کہنے لگے: "ربنا ظلمنا انفسنا...الخ"

کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے ہی ظلم کیا ہے اے اللہ اگر تم نے رحم نہ فرمایا تو تو ہم تو خسارے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

---

(۱) بخاری ج۲ ص۸۸۹۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام نے فوراً اللہ کی طرف رجوع کرلیا اور یہ بھی کہ اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہیں تھے، پر امید تھے کہ اللہ میری اس خطا کو معاف کردے گا اور برابر میں جو شیطان تھا اس نے جو غلطی کی تھی اس نے اس کا اعتراف نہ کیا اور توبہ کی طرف متوجہ نہ ہوا تو اللہ نے اسے ہمیشہ کے لئے ذلیل ورسوا کردیا، تو معلوم یہ ہوا کہ جرم کا اعتراف نہ کرنا وہ شیطان کا طریقہ ہے، نبیوں کا شیوہ اور طریقہ یہ ہے کہ وہ فوراً غلطی کا اعتراف کرلیا کرتے ہیں، اللہ کی طرف رجوع فرمالیا کرتے ہیں، انسان بہرحال انسان ہے، غلطی انسان ہی سے ہوا کرتے ہے، فرشتہ غلطی نہیں کرتا، اس میں غلطی کا مزاج نہیں ہے اس لئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"كُلُّ بَنِىْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ الْتَوَّابُوْنَ"

تو معلوم ہوا کہ انسان ہی غلطی کرتا ہے لیکن جب اسے معلوم ہوجائے اور ادراک ہوجائے کہ میں یہاں غلطی کررہا ہوں تو یہ فوراً سنبھل جائے، فوراً اپنی اصلاح کرلیا کرتا ہے اور بعض علماء نے اس کی مثال یوں لکھی ہے کہ ایک آدمی چلتے چلتے غلطی سے پھسل گیا راستے میں اور گر گیا تو وہ فوراً اٹھنے کی کوشش کرے گا، وہ ایسا نہیں کرے گا کہ وہاں بیٹھا رہے گا، اسی طرح مومن کو بھی فوراً غلطی کا اعتراف کرنا چاہئے، آخرت کی جو منزل ہے جس کی طرف یہ رواں دواں ہے فوراً اس کی طرف چلنے لگ جائے اور جو اس منزل تک جانے کے لئے نیک راستے ہیں ان کو اختیار کرے۔

تیرھواں سبب: پڑوسی کے حقوق میں کوتاہی کرنا

انسان مدنی الطبع ہے، اس کے مزاج میں یہ بات خالق فطرت نے ودیعت رکھی ہے کہ اس کو دوسرے انسان کی طرف میلان ہوتا ہے، اکیلے دنیا میں رہنا یہ پسند نہیں کرتا، بلکہ یہ آبادی

میں زندگی گزارنا پسند کرتا ہے، آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ کسی آدمی نے کسی جنگل بیابان میں جہاں کوئی آبادی نہیں ہے وہاں اپنا محل تیار کرلیا ہو، انسان وہاں ہی رہتا ہے جہاں انسان بستے ہیں، انسان انسان ہی کے معاشرے اور ماحول میں بہتر لگتا ہے۔ شریعت نے اس کے مزاج کی رعایت کرتے ہوئے آبادی، محلے، سوسائٹی میں رہنے کے کچھ اصول وضوابط مقرر کیے، اگر ان کی رعایت کیساتھ مسلمان زندگی گزاریں، تو بہت سارے جھگڑے از خود ہی ختم ہوجائیں گے، ان ہی اصولوں کا دوسرا نام ''پڑوسی کے حقوق'' ہے۔

حقوق کی اہمیت

اسلام نے پڑوسی کے حقوق کو بڑی اہمیت دی ہے، یہاں تک کہ آدمی کی اچھائی اور برائی کا معیار پڑوسی کے حسن ظن پر رکھا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ: مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ میں نے اچھا عمل کیا ہے، یا بُرا کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِذَا سَمِعْتَ جِيْرَانَکَ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ، فَقَدْ اَحْسَنْتَ، وَ اِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: قَدْ اَسَأْتَ فَقَدْ اَسَأْتَ﴾(۱)

''جب تو اپنے پڑوسیوں سے سنے کہ تیرے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ تو نے اچھا کیا، تو سمجھ لے کہ واقعی تو نے اچھا کیا اور جب تو اپنے پڑوسیوں سے سنے کہ وہ تیرے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ تو نے بُرا کیا، تو سمجھ لے کہ تو نے بُرا کیا۔''

مطلب ہے کہ تم اچھا کروگے، تو لوگ تیری اچھائی کا تذکرہ کرینگے اور اگر تم برا کروگے، تو لوگ تیری برائی کا تذکرہ کرینگے۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، رقم الحدیث: ۴۹۸۸۔

ایمان کا تقاضہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿مَنْ كَانَ يؤمن بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ﴾ (۱)

''جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہ دے''۔

یہی ایمان کا تقاضا ہے کہ دوسرے لوگ اس کی شرارتوں سے محفوظ رہیں۔

اللہ کی قسم وہ مومن نہیں

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، قِيْلَ:
وَمَنْ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ لَا يَأْمِنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ﴾ (۲)

''اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں،
عرض کیا گیا (وہ تو برباد ہو گیا اور گھاٹے میں پڑ گیا) یہ کون ہے اے
اللہ کے رسول؟ فرمایا: ''جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے فکر نہیں''۔

کس قدر سخت وعید اس حدیث میں ذکر کی گئی کہ ایسا کرنے والا کافر نہ شمار کیا جائے گا مگر اس کی عادت کافروں کی سی ہے اسکا یہ ایمان اسکو نجات نہیں دلا سکتا، اللہ کے ہاں اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

کون ہے جو جنت میں داخل نہ ہوگا

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَأْمِنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ﴾ (۳)

''وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو''۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب: من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر، رقم الحدیث: ۶۰۱۸۔

(۲) بخاری، ص: ۸۸۹، ج: ۲۔ (۳) صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب بیان تحریم ایذاء الجار، رقم الحدیث: ۱۷۲۱۔

یعنی اوّل لمحے جنت میں نہ جاسکے گا اگر ایمان، ہوا اور شرک سے بچتا رہا تو ایک طویل عرصہ گناہوں کی سزا پاکر جنت میں داخل کیا جائے گا آج ایک پڑوسی دوسرے کے حق میں بے شمار کوتاہیاں کرتا ہے جس کی وجہ سے محلہ میں لڑائیوں کی نوبت پیدا ہوتی ہے، چند کوتاہیوں کو ہم ذکر کرتے ہیں۔

پہلی کوتاہی: پڑوسی کی خوشی میں شریک نہ ہونا

نبی اکرم ﷺ نے ایک مسلمان کے دوسرے پر جو حق بتائے، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان بھائی کو خوشی ہو، تو اس کو مبارک باد پیش کرو، اس کے ساتھ خوشی کا اظہار کرو، اس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھو، اس کی خوشی پر ناپسندیدگی کا اظہار مت کرو، اگر جائز خوشی ہے تو اس کو سراہنا چاہیے اور اگر آپ کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے، تو اس میں شریک ہوں، اس لئے کہ دعوت قبول نہ کرنا درست نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ دُعِیَ اِلٰی الطَّعَامِ فَلَمْ یُجِبْہُ فَقَدْ عَصیٰ اَبَاالْقَاسِمِ﴾

''جس کو کھانے کی طرف بلایا جائے اگر وہ نہ جائے تو اس نے ابوالقاسم (ﷺ) کی نافرمانی کی۔''

کہ جب میں کہہ رہا ہوں کہ اپنے پڑوسی کی دعوت کو قبول کرو تو آپ کیوں نہیں جارہے، عذر کوئی نہیں، عذر یہ ہے کہ آپ کی صحت اچھی نہیں، ٹائم نہیں، فرصت نہیں تو آپ کا عذر ہوگیا، تو جب کوئی عذر نہیں ہے تو آپ ﷺ کی تعلیمات ہمیں یہ بتارہی ہیں کہ پڑوسی کی خوشی میں شامل ہو جائے اور سن لیجئے کہ یہاں ہم حد سے تجاوز کرتے ہیں کہ وہ میری تقریب میں نہیں آیا تھا تو میں کیوں جاؤں تو میرے دوستو بزرگو! نبی کی تعلیمات یہ بتارہی ہیں کہ:

﴿لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِی﴾

''برابری کرنے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں۔''

جو یہ کہتے ہیں کہ وہ نہیں آیا تھا تو میں بھی نہیں جاؤں گا، فرمایا کہ یہ آدمی صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے، صلہ رحمی کرنے والا وہ ہوتا ہے کہ جس سے سارا خاندان کٹ رہا ہو لیکن یہ پھر بھی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرے، تو رسول اکرم ﷺ نے یہ حق بتایا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو رہی ہو، مثلاً: کسی نے آپ کو شادی میں شرکت کی دعوت دی ہے، تو آپ چند شرائط کی پابندی کے ساتھ ضرور شرکت کریں۔

تقاریب میں شرکت کی شرائط

(۱) مال حلال ہو: اگر میزبان کی آمدنی ساری کی ساری حرام مال ہے، تو شرکت جائز نہیں۔

(۲) تقریب میں پردے کا اہتمام ہو: میزبان کو چاہیے کہ وہ مہمان کی عزت کا لحاظ رکھے، مسلمان عورت کسی کے یہاں مہمان بن کر جائے، تو اس کی عزت اس میں ہے کہ اس کو غیر محرم نہ دیکھے اگر میزبان نے ایک باپردہ خاتون کیلئے پردے کا بندوبست نہیں کیا تو مطلب یہ ہوا کہ اس نے اس کی عزت کی رعایت نہیں رکھی، ایسے میں خاتون کو چاہیے کہ نہ جائے۔

(۳) کوئی خلافِ شرع کام نہ ہو: اگر محافل اور تقاریب میں موسیقی یا کوئی اور اللہ کی نافرمانی والا کام ہو رہا ہے، تو شرکت جائز نہیں ہے، اب اگر کوئی کہے کہ اگر ہم تقاریب میں شرکت نہیں کریں گے تو معاشرے سے کٹ جائیں گے، اس لئے کہ حدیث میں:

﴿مَنِ التَمَسَ رِضَاءَ اللّٰهِ بِسَخُطِ النَّا سِ كَفَاهُ اللّٰهُ مَئونَةَ النَّاسِ
وَمَنُ الُتَمَسَ رِضَا ءَ النَّا سِ بِسَخُطِ للّٰهِ وَكَّلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ﴾ (۱)

”جو آدمی اللہ کی رضا کی تلاش کرنے میں لوگوں کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ لوگوں سے متعلق اس کی ضرورت کو از خود پورا کرتا ہے اور جو آدمی لوگوں کو راضی کرنے کیلئے اللہ کو ناراض کر دیتا

---

(۱) ترمذی۔

ہے اللہ اس کو لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے، ہماری ضروریات اللہ پوری کر دے تو اور ہمیں کیا چاہیے۔''

تو یاد رکھیں کہ اگر آپ چلے گئے، شرکت کر لی، تو اللہ تعالیٰ سے کٹ جائیں گے، رسول اکرم ﷺ سے کٹ جائیں گے، اب مسلمان خود فیصلہ کر لیں کہ اللہ کی ناراضگی زیادہ بڑی ہے یا خاندان والوں کی؟ اللہ کو ناراض کر کے خاندان کو راضی کرنا عقلمندی نہیں، اللہ کے عذاب اور غصے کو دعوت دے کر خاندان کی رضا حاصل کی تو کیا فائدہ؟ اگر ایسا ہو گیا، تو توبہ کریں اور آئندہ اس عمل سے اپنے آپ کو بچائیں۔

دوسری کوتاہی: تعزیت نہ کرنا

تعزیت سے دوسرے مسلمان کے غم ہلکے ہو جاتے ہیں، مسلمان کا جو غم ہلکا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے غم ہلکے کر دے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے مصیبت زدہ اور بیماروں کی تسلی کے لیے جو کلمات ارشاد فرمائے ہیں اور جو اجر وثواب کی بشارتیں سنائی ہیں، وہ یاد کریں اور تعزیت کے موقع پر ان مبارک کلمات کو ذکر کیا جائے، دائیں بائیں کے قصے نہ سنائے جائیں، ایسے کلمات ہرگز نہ کہے جائیں جن سے مصیبت زدہ کے غم میں اضافہ ہو، آج تو یہ حال ہوگا یا ہے کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور مجھے اچھی بھلی باتیں بتائیں کہ میرے والد کا انتقال ہوا، ہمارے گھر میں لوگ تعزیت کے لئے، خواتین آئیں اور ایسی ایسی باتیں کیں کہ جس کی وجہ سے ہمارا ہر دن غم بڑھ رہا ہے، آنے والوں نے یہ کہا کہ جناب بڑا ظلم ہو گیا کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا، بچوں کا کیا ہوگا، بیوہ کا کیا ہوگا؟ اچھی خاصی زندگی گزر رہی تھی، زندگی تلخ ہو گئی، تو ایک تو اللہ پر گلے کیے، شکوے کیے اور پھر سامنے والوں کو پریشان کیا، یاد رکھئے کہ کسی کے چلے جانے سے گھر کا نظام نہیں رکا کرتا، روزی دینے والا اللہ ہے۔

اس نے وعدہ کیا ہے کہ: ﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾

"زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔"

ہاں، لیکن والد کو، سرپرست کو اللہ پاک نے سبب بنایا ہے، یہ رازق نہیں ہے بلکہ سبب ہے، جبکہ ایک سبب کو ختم کر دیا تو اور پیدا فرمادے گا، مسبب الاباب تو وہ ہے تو ہم اس موقع پر وہ کلمات کہیں کہ جس کی وجہ سے سامنے والوں کے دل میں اللہ کی محبت بیٹھے اور غم بھی مٹ جائے، ہلکا ہو جائے۔

آپ ﷺ جب کسی کے ہاں فوتگی ہو جاتی تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو! کہ جو آدمی چلا گیا ہے، آپ کے رونے سے واویلا کرنے سے واپس نہیں آئے گا لیکن اگر صبر کرو گے تو اس کے لئے بھی، آپ کے لئے بھی خیر ہے اور آپ صبر کرو گے تو اللہ پاک آپ کو بے انتہا اجر دیں گے۔

دیکھو! ایک والد کو رسول اکرم ﷺ نے نصیحت فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ اس کے بیٹے کا انتقال ہو گیا، نبی پاک ﷺ گھر تشریف لے گئے، اب دیکھیں کہ یہ غم کا موقع ہے، آپ ﷺ نے کس طرح سے تعزیت کی ہے، آپ ﷺ نے کیا ہی مبارک کلمات ارشاد فرمائے ہیں، ارشاد فرمایا جب کسی کے بیٹے یا بیٹی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ ملک الموت سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کہ میرے بندے کے جگر کے ٹکڑے کو تم نے لے لیا؟ قبض کر لیا؟ روح نکال لی؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہم نے روح نکال لی تو پھر اللہ تعالیٰ جاننے کے باوجود پوچھتے ہیں کہ بتاؤ میرے اس بندے نے کیا کہا تھا؟ میرے فیصلے پر، تقدیر پر راضی تھا یا ناراض تھا؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ وہ تو راضی تھا اس نے تو انا للہ و انا الیہ راجعون کہا تھا، تو اللہ پاک پھر فرماتے ہیں کہ گواہ رہو کہ میں نے اس بندے کی مغفرت کر دی ہے اور اس غم کی وجہ سے جنت میں اس کے لئے ایک محل کر دیا

ہے جس کا نام میں نے خود ''بیت الحمد'' رکھا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے یہ مبارک کلمات بتائے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا، کس طرح تسلیاں دیں، ارشاد فرمایا کہ آپ جانتے ہو کہ بانجھ کون ہوتا ہے؟ کہا گیا اے اللہ کے رسول جس کے یہاں اولاد نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، حقیقت میں بانجھ وہ ہوتا ہے جس کا بچپن مین کوئی بچہ نہ مرا ہو، آخرت کا ذخیرہ اس کے پاس نہیں ہے، اس لئے کہ نابالغ بچہ اگر مر جائے تو یہ سفارش کرتے ہیں، اللہ پاک ان کو جنت میں پہنچا دیتے ہیں اور یہ اپنے والدین کا ہاتھ پکڑ کے جنت میں لے جاتے ہیں اور یہ اپنے اللہ سے جھگڑتے ہیں کہ اللہ میرے والدین کو جنت میں داخل کر دیجئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بانجھ آدمی جس کا آخرت میں کوئی بھی نہیں ہے اس لئے جو چھوٹے بچوں کے جنازوں میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں یہ دعا ہے ہے کہ اے اللہ اس بچے یا بچی کو ہمارے لئے ذخیرہ بنا، ہمارے لئے اجر بنا دیجئے، تو جب بڑے کے لئے دعا کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ اس کو بخش دیجئے لیکن بچے کے لئے یہ دعا ہوتی ہے کہ اے اللہ ہمارے لئے اس بچے کو ذخیرہ بنا دیجئے۔

تعزیت کے کلمات جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں ان کو اپنے ذکر میں لائیں ان مبارک کلمات میں امت کے لئے بڑا تسلی کا سامان ہے۔

تسلی کے کلمات

(۱) نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلْمُصِيبَةُ تُبَيِّضُ وَجْهَ صَاحِبِهَا يَوْمَ تَسْوَدُّ الْوُجُوهُ﴾ (۱)

''مصیبت آدمی کے چہرے کو قیامت کے دن روشن کرے گی۔''

(۲) نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

(۱) الترغیب والترهیب، کتاب الجنائز، رقم الحدیث: ۵۱۷۰۔

﴿مَا مِنْ مُّصِيبَةٍ تُصِيبُ الْمُسْلِمَ اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا عَنْهُ حَتّٰى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا﴾ (۱)

''مومن کو کانٹا بھی چبھتا ہے، تو اس پر گناہ معاف ہوتے ہیں۔''

(۳) نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰى يلقى اللّٰه تعالىٰ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ﴾ (۲)

''جو آدمی ساری زندگی مالی تنگی اور اولاد کی پریشانی میں مبتلا رہا، قیامت میں اللہ سے اس حالت ملے گا کہ اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔''

(۴) نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُصِيْبُهُ الْاَذٰى مِنْ جَسَدِهٖ اِلَّا كَانَ كَفَّارَةً لِّخَطَايَاهُ﴾ (۳)

''جسم کی بیماری گناہوں کا کفارہ ہے۔''

(۵) نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

﴿لَلْمُصِيْبَاتُ وَالْاَوْجَاعُ أَسْرَعُ فِيْ ذُنُوْبِ ابْنِ آدَمَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ﴾ (۴)

''مصائب اور درد کی وجہ سے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں، جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔''

ان کلمات یا اس قسم کے دیگر کلمات سے تسلی دیا کریں تا کہ دوسروں کا غم دور ہو۔

پڑوسی کے حقوق کی ایک جامع حدیث

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے پڑوسی کے بہت سارے حقوق کو جمع فرمایا، اس حدیث کو بار بار پڑھیں اور ہم سب اپنا جائزہ لیں کہ کہاں کوتاہی کر رہے ہیں، پڑوسی کے ساتھ اختلاف کا سبب کیا ہے؟ کیوں اس کی زندگی بھی تنگ کر دی ہے اور اپنا جینا بھی مشکل کر دیا؟

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المرضیٰ، باب ماجاء فی کفارۃ المرضیٰ، رقم الحدیث: ۵۳۱۷۔

(۲)(۳)(۴) الترغیب والترہیب، کتاب الجنائز، رقم الحدیث: ۵۱۷۷، ۵۱۷۳، ۵۱۷۹۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ پڑوسی کے حقوق کیا ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر لاعلمی کا اظہار کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِذَا اسْتَعَانَکَ أَعَنْتَهُ، وَاِذَا اسْتَقْرَضَکَ أَقْرَضْتَهُ، وَاِذَا افْتَقَرَ عُدْتَ عَلَيْهِ، وَاِذَا مَرِضَ عُدْتَّهُ، وَاِذَا أَصَابَهُ خَيْرٌ هَنَّأْتَهُ، وَاِذَا أَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ عَزَيْتَهُ، وَاِذَا مَاتَ اتَّبَعْتَ جَنَازَتَهُ، وَلَا تَسْتَطِيْلُ عَلَيْهِ بِالْبُنْيَانِ فَتَحْجُبَ عَنْهُ الْاَّ بِاِذْنِهِ وَلَا تُؤْذِهِ بِقتَارِ رِيْحِ قِدْرِکَ اِلَّا اَنْ تَغْرِفَ لَهُ مِنْهَا، وَاِنِ اشْتَرَيْتَ فَاکِهَةً فَاَهْدِ لَهُ، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَأَدْخِلْهَا سِرّاً وَلَا يَخْرُجُ بِهَا وَلَدُکَ لِيَغِيْظَ بِهَا وَلَدَهُ﴾

”(۱) جب پڑوسی جائز امور میں آپ سے مدد طلب کرے، تو تم اس کی مدد کرو، (۲) جب آپ سے قرض مانگے، تو تم اس کو قرض دو، (۳) اگر محتاج ہو، تو اس کی مدد کرو، (۴) جب وہ بیمار ہو، تو اس کی عیادت کرو، (۵) اگر اس کے یہاں کسی کا انتقال ہوجائے، تو جنازے میں جاؤ، (۶) اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہو، تو اسے مبارک باد پیش کرو، (۷) اگر اسے کوئی مصیبت آئے، تو تعزیت کرو، (۸) اس کے گھر کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر اپنے گھر کی دیوار اونچی نہ کرنا، تاکہ اس کی ہوا، یا روشنی نہ رُکے، (۹) اگر اپنے گھر میں پھل خرید کر لاؤ، تو اس سے پڑوسی کو دو، اور اگر نہ دے سکو تو چھپا کر گھر لاؤ، (۱۰) اپنی ہانڈی کی خوشبو سے پڑوسی کو اذیت نہ دینا، ہاں! مگر ہانڈی میں اس کا حصہ ضرور رکھنا، (۱۱) آپ کا بچہ وہ پھل یا ان کے چھلکوں کو لے کر باہر نہ جائے، اس سے پڑوسی کے بچے کا دل دکھے گا (ممکن ہے اس کے پاس اس کی گنجائش نہ ہو)۔“[(۱)]

تیسری کوتاہی: دوسروں کی مدد نہ کرنا

بہت سارے لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ کسی کو نقصان نہیں دیتے، لیکن فائدہ بھی نہیں

---

(۱) الترغیب والترہیب، کتاب البر والصلۃ، رقم الحدیث: ۳۸۷۰۔ احیاء العلوم، ص: ۲۸۷، ج: ۲۔

پہنچاتے ،بس کہتے ہیں کہ کام سے کام رکھنا چاہیے، یادرکھیں کامل مسلمان وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے اورضرورت پران کی مدد کرے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿أَحَبُّ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ﴾ (۱)

’’اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں، جواوروں کوفائدہ پہنچاتے ہیں‘‘۔

ایک حدیث میں فرمایا کہ:

﴿وَاللّٰه فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَاكَانَ الْعَبْدُ فِيْ عون أَخِيْهِ﴾ (۲)

’’آدمی جب مسلمان کی مدد کررہا ہوتا ہے،اللہ مسلسل اس کی مدد کررہا ہوتا ہے‘‘۔

اللہ کا محبوب

آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آئے کہ اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے کہ جس کی وجہ سے میں اللہ کے نزدیک محبوب بن جاؤں۔آپ اندازہ کیجئے کہ جب سوال کرنے والا یہ سوال کرے تو آپ ﷺ فرمائیں کہ تہجد پڑھ لو یا یہ بتائیں کہ اشراق، چاشت، اوابین پڑھ لو، یا اتنی اتنی تلاوت کرولیکن آپ ﷺ نے ایک ہی بات فرمائی کہ بس لوگوں کے لئے خیر خواہ بن جاؤ، اگر آپ اللہ کے ہاں مقرب بننا چاہتے ہو تو لوگوں کے لئے فائدہ مند بن جاؤ تو اللہ پاک آپ کو اپنا محبوب بنالیں گے، کیوں؟ اس لئے کہ یہ پوری کائنات میں بکھرے ہوئے اللہ کے بندے ہیں، جو اللہ کے بندوں کے ساتھ خیر خواہی کرتا ہے اللہ پاک کو وہ بندہ محبوب ہوا کرتا ہے،آپ دیکھتے ہوں گے کہ اگر کوئی ہمارے بیٹے سے محبت کرتا ہے تو وہ ہمیں محبوب لگتا ہے کہ وہ میرے بیٹے سے محبت کرتا ہے،تو جب کوئی اللہ کے بندے سے محبت کرتا ہے تو لازمی اللہ کو بھی اس محبت کرنے والے سے محبت ہوا کرتی ہے اور اللہ کی محبت کے پھر کیا کہنے، ہماری تو ساری کی ساری محبتیں ناقص اور کچی ہیں لیکن اللہ تو کامل محبت کرنے والا ہے۔

---

(۱) کنزالعمال، الکتاب الخامس من حرف المیم فی المواعظ، الفصل التاسع فی العشاریات، رقم الحدیث:۴۳۵۸۳۔

(۲) صحیح المسلم، کتاب الذکروالدعاء، باب فضل الاجتماع علیٰ تلاوۃ القرآن، رقم الحدیث:۷۰۲۸۔

معلوم ہوا کہ کمالِ ایمان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔

تعاون اور مدد کا معیار

اب تعاون اور مدد کا معیار کیا ہونا چاہیے؟ کیا اس لیے تعاون کریں کہ یہ میرا بھائی ہے؟ رشتہ دار ہے؟ پڑوسی ہے؟ اللہ نے ان باتوں میں سے کسی کو بھی معیار نہیں بتایا، پھر کیا اس لیے تعاون کریں کہ مسلمان ہے؟ خوب سمجھ لیں کہ تعاون کا معیار اسلام بھی نہیں ہے، تو پھر کیا ہے؟ اللہ نے فرمایا سورۃ المائدہ کی دوسری آیت میں:

﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [1]

’’ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور تقویٰ کی بنیاد پر تعاون کرو، گناہ اور ظلم کی بنیاد پر تعاون نہ کرو‘‘۔

معلوم ہوا کہ تعاون اور مدد کا معیار تقوی اور نیکی ہے، لہٰذا اگر مسلمان بھی ظلم کر رہا ہے، تو مسلمان ہونے کی وجہ سے تعاون نہ کریں، گویا کہ تعاون کا معیار اسلام اور ایمان کو بھی نہیں بنایا گیا بلکہ نیکی اور تقویٰ کو بنایا گیا، آج تعاون تو ہو رہے ہے، لیکن برادری کی بنیاد پر، قوم کی بنیاد پر، حالانکہ یہ سب بنیادیں بیکار ہیں، اگر بنیاد نیکی اور تقوی ہو، تو آدمی ظالم کا ساتھ نہیں دیگا، ظالم کی مدد کر کے اپنا دین برباد نہیں کرے گا، اس لیے تعاون کی بنیادیں اچھی رکھیں تا کہ ایمان محفوظ رہے، اگر کوئی آدمی ہمارا کتنا ہی محبوب کیوں نہ ہو، اگر وہ آپ سے قرض مانگے، آپ کو معلوم ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے ظلم کرے گا تو آپ بالکل منع کر دیں، یہ منع کرنا اللہ کی رضا کے لئے ہے، یہ تعاون نہ کرنا اللہ کی رضا کے لئے ہے، لیکن اگر وہ ظلم نہیں کرتا تو گویا کہ آپ نے اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا ہے اگر چہ وہ کہے کہ میں دو لاکھ آپ کو واپس کر دوں گا اور اگر کر بھی دیا تو پھر بھی آپ کو دو لاکھ صدقہ کرنے کا اجر ملے گا، دیکھو پیسہ بھی مل گیا اور اجر بھی مل گیا، یہ اسی وقت ہو گا جب ان

---

(۱) المائدہ:۲۔

بنیادوں پر ہم چلیں گے جو نبی اکرم ﷺ نے اور اللہ نے بتائی ہیں، لیکن آج تعاون تو ہوتے ہیں لیکن کنبے اور خاندان کی بنیاد پر، رشتہ داریوں کی بنیاد پر، لیکن نیکی وتقویٰ کی بنیاد پر تعاون نہیں ہیں اس لئے معاشرے میں فسادات پھیلے ہوئے ہیں، تو میرے دوستو بزرگو! جو آپ ﷺ نے پڑوسیوں کے متعلق باتیں بتائی ہیں ان میں سے ایک ایک کی رعایت کرنا ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے، اگر نہیں رکھیں گے تو قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

آج ہمارے ہاں تو موقع تلاش کرتے ہیں اذیت دینے کا، ہاں! آدمی کہتا ہے کہ جب یہ نکلے گا تو دیکھیں گے کہ اس کے گھر کا، بچوں کا کیا حال ہوا، ہاں! کتنا بڑا ظلم ہے! جبکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ حق بتایا ہے اور عجب حق بتایا کہ دیکھو اپنی گھر کی دیوار کو اونچا نہ کرنا جس سے اس کی ہوا یا روشنی رک جائے، اللہ اکبر، آج کاش یہ باتیں معاشرے میں زندہ ہو جائیں، اگر اللہ نے پیسہ دے دیا تو کہتے ہیں کہ ہم تو بنائیں گے، ضرورت سے زائد بنائیں گے، بھئی کیوں؟ اس لئے کہ محلے والوں کو دکھانا ہے، خاندان والوں کو دکھانا ہے کہ ہم اتنا مکان کھڑا کر سکتے ہیں، لیکن یہ خیال نہ کیا کہ میرے اس عمل سے کسی کو اذیت تو نہیں ہو رہی! اللہ نے اگر زور، طاقت دے دی تو اس کو اس طرح ناجائز استعمال کیا جا رہا ہے کہ کیا اس نے کل قیامت میں جواب نہیں دینا کہ اس نے مسلمانوں کے اذیت دی ہے؟ آپ ﷺ نے تو یہاں تک بتایا کہ اگر آپ باہر سے اپنے بچوں کے لئے کوئی چیز خرید کر لاؤ تو دو کام کرنا، اگر آپ کے پاس وسعت ہے تو اپنے لئے بھی اور پڑوسی کے لئے بھی لے کر آنا اور اگر اتنی گنجائش نہیں ہے تو جو چیز لاؤ چھپا کر لاؤ، کہیں پڑوسی کے بچے نہ دیکھ لیں اور ممکن ہے کہ ان کے دل میں آئے کہ اگر آج ہمارا باپ بھی اتنا اچھا کما رہا ہوتا تو آج ہم بھی یہ پھل فروٹ کھا رہے ہوتے، رسول اکرم ﷺ نے کتنا مزاجوں کا لحاظ رکھا ہے تاکہ آپس

میں محبتیں پیدا ہوں، دیکھو جن صحابہ کے ہاں، اللہ اکبر، کیا ہی محبتیں تھیں، رسول ﷺ جو دین لے کر آئے اس میں ایسی محبتیں تھیں، آج چونکہ ہم نے دین چھوڑا تو محبتیں بھی ختم ہو گئیں، وہاں تو یہ حق بتایا کہ جب آپ اپنے گھر میں گوشت پکاؤ (گوشت کا نام لے کر بتایا) تو اس میں شوربہ زیادہ کر دینا تاکہ آپ کے پڑوسی کے بھی کام آسکے اور پھر آپ ﷺ نے یہ بھی بتایا کہ آپ اپنے گھر میں ہانڈی بناؤ تو اس کی خوشبو نہ پھیلاؤ، اگر آپ نے وہاں وہ چیز نہیں بھیجی لیکن وہ خوشبو وہاں منتقل ہو گئی تو یہ آپ نے پڑوسی کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اللہ اکبر۔

واقعہ: ایک صحابی کے گھر میں کسی نے بکری کی ایک سری بھیجی تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ میرا پڑوسی زیادہ حقدار ہے، چلو میں اس کے گھر بھیج دیتا ہوں، وہ بھیج دی، دوسرے نے بھی منتقل کر دی تو یہ سلسلہ سات آدمیوں تک چلتا رہا جب ساتویں آدمی کے گھر پہنچی تو وہ ساتویں والے آدمی وہی تھے جنہوں نے گھر میں وہ پکائی تھی، اللہ اکبر، تو وہ حیران رہ جاتے ہیں کہ اس کو تو میں نے بھیجا تھا، یہ کہاں سے واپس آ گیا، تو دیکھیں یہ محبت کا معیار تھا، جب یہ محبتیں تھیں تو پھر اللہ پاک کی طرف سے رحمتیں بھی اترا کرتی تھیں، دنیا کے اندر جنت کی خوشخبریاں بھی سنائی، آج وہ محبتیں ختم ہو گئیں کیونکہ آج ہم نے صرف نماز کو، تلاوت کو اور روزہ کو عبادت سمجھ رکھا ہے، میرے دوستو بزرگو ماؤں بہنو! دینداری اور بھی ہے، عبادت صرف دین کا ایک شعبہ ہے، اگر یوں کہا جائے کہ دین کے چار حصے کیے جائیں تو ایک حصہ عبادت ہے، تین حصے تو معاملات ہیں، لوگوں کے ساتھ آپ نے کیسا رویہ اختیار کرنا ہے، روزانہ آپ نے پانچ مرتبہ اللہ کے دربار میں آنا ہے اور روزانہ آپ دوسو مرتبہ لوگوں سے ملیں گے، اگر انسان پڑوسی کے حقوق، نبی پاک ﷺ کی تعلیمات نہیں سیکھے گا تو اپنی بھی زندگی تنگ ہو گی اور دوسروں کو بھی نقصان دے گا، آج گھر گھر میں لڑائی جھگڑے، مالک مکان اور

کرایہ دار میں روزانہ جھگڑے، حالانکہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الیٰ میسرۃ﴾

اگر آپ سے کسی نے کوئی پیسے لئے ہیں یا کرایہ دار کے پاس پیسے نہیں ہیں تو فرمایا کہ اسے کچھ مہلت دے دو، عرض کی اے اللہ کے رسول اس مہلت دینے سے کیا ملے گا؟ تو فرمایا یہ ملے گا کہ گویا آپ نے اتنے پیسے صدقہ کردئے، تو تعاون کا معیار نیکی، تقویٰ ہو، اور نبی اکرم ﷺ نے جو حقوق بتائے ان کی رعایت کی جائے۔

تو میرے دوستو! آپ سب سے میری درخواست ہے کہ ہم نے وہ ساری باتیں، جو پڑوسی کے گیارہ حقوق ہیں ان کو پڑھیں اور غور کریں کہ ہم کہاں کہاں غلط کررہے ہیں پھر ان کو درست کریں، اگر پہلے کی تھی تو آج ہم توبہ کرلیں۔

چودھواں سبب: مال

دنیا کی ترقی کا بڑا سبب مال ہے، جبکہ یہ حلال ہو اور حلال طریقے سے حلال مصرف میں خرچ کیا جائے، لیکن اگر یہ تین باتیں نہ ہوں، تو یہ مال پھر معاشرے میں ایک کینسر بن جاتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے بیج بو دیتا ہے، جو اس کو کھائے گا، وہ باغی ہوتا چلا جائے گا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اِنَّ لِکُلِّ اُمَّۃٍ فِتْنَۃٌ وَفِتْنَۃُ اُمَّتِی الْمَالُ﴾ (۱)

''ہر امت کا ایک فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔''

یعنی ہر امت میں ہلاکت کا سبب کوئی نہ کوئی ضرور رہا اور میری امت میں ہلاکت وتباہی کا سبب مال ہے۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے بڑی پیاری بات لکھی ہے کہ فرمایا کہ اس دنیا کی ترقی کا بڑا ذریعہ مال ہے جب وہ حلال ہے اور اگر حرام مال کمایا اور ناجائز خرچ کیا تو پھر یہ کائنات میں فسادات کا ذریعہ بنتا ہے، یہ اتنا بڑا فتنہ ہے، اللہ پاک نے اس لئے فرمایا کہ یہ بڑا فتنہ ہے کہ انسان بڑی بڑی عبادتوں سے غافل ہو جائے اور دوسروں کے لئے جمع کرے اور مرنے کے بعد پھر لڑائیاں و جھگڑے شروع ہو جائیں، تو نبی اکرم ﷺ نے اس برے مال سے ہمیں بچنے کی تاکید کی ہے، رسول اکرم ﷺ نے اس لئے ارشاد فرمایا کہ یہ انسان روزانہ رٹ لگاتا ہے کہ میرا مال، میرا مال۔ اس کا مال وہ ہے جو اس نے کھالیا، جو اس نے پہن لیا، ارشاد فرمایا وہ اس کا سب سے اصل مال ہے جو اس نے آگے بھیج دیا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ سے کسی نے پوچھا آپ کا مال ومتاع سارا کہاں ہ؟ تو فرمایا کہ وہ دوسرے گھر میں ہے، تو پھر اس نے پوچھا کہ دوسرا گھر آپ کا کہاں ہے؟ تو فرمایا کہ آخرت میں ہے۔ تو وہ لوگ ایسے تھے کہ جو چیزیں اچھی ہوا کرتی تھیں تو وہ آگے بھیج دیا کرتے تھے کہ آخرت میں ہمیں کام آئیں گی، ٹھیک ہے شریعت نے آپ کو اجازت دی ہے کہ اپنی اولادوں کے لئے آدمی مال جمع کریں لیکن ایسا بھی نہ کریں کہ صرف مال ہی سمیٹنا شروع کردے پھر اولاد کی شادیوں میں اتنا مال خرچ کر دیا، تیس چالیس ہزار کا جوڑا پہننے کے لئے آرہا ہے، اس ایک یا دو جوڑوں سے کتنے گھر، کتنی شادیاں نمٹ سکتی ہیں، کتنی ایسی بیٹیاں گھر بیٹھی ہوئی ہیں کہ اسباب جمع نہ ہونے کی وجہ سے رشتے آئے ہوئے ہیں لیکن اسباب موجود نہیں، کتنے نوجوان ایسے ہیں کہ رشتے موجود ہیں لیکن سبب موجود نہیں ہے، لیکن ہم معاشرے کو، خاندان کو دکھانے کے بجائے ایسی جگہ لگائیں جو ہمیں مرنے کے بعد کام آجائے۔

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب: ان فتنۃ امتی فی المال۔

مال کی محبت فطری ہے

مال سے محبت کرنا کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ ایک فطرت ہے کہ آدمی مال سے محبت کیا ہی کرتا ہے لیکن یہ محبت دل میں ایسی نہ اتر جائے کہ مال کے حصول میں ناجائز ذرائع استعمال کرے۔ مال سے انسانی ضروریات پوری ہوتی ہیں اس لئے یہ انسان کی شدید ضرورت ہے، بقول شیخ سعدی رحمہ اللہ کے کہ مال کی ضرورت انسان کو ایسی ہے جس طرح کہ کشتی کو پانی کی ضرورت ہے، بغیر کشتی کے پانی کا چلنا ناممکن ہے اور اگر یہی پانی کشتی کے اندر آجائے تو ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح زندگی کی کشتی مال کے بغیر نہیں چلتی لیکن اگر یہی مال کی محبت دل میں اتر جائے تو آدمی کے ایمان کے لئے ہلاکت ہے، مال خرچ کرنے سے محبت دل میں نہیں اترتی۔

مالدار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مال خرچ کرنا

حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی شادی ہوگئی، اتنے بڑے مالدار تھے، اللہ اکبر، شاید کہ کوئی پوری دنیا میں آج کوئی اتنا مالدار ہو، روایت میں آتا ہے کہ جب وفات ہوئی تو میراث تقسیم ہوئی تو چار شادیاں بھی کی ہوئی تھیں اور ہر بیوی کو جو حصہ آیا (اگر اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے) وہ اسّی ہزار دینار آئے تھے، دینار سونے کا ہوا کرتا تھا تو آپ اندازہ کریں کہ کتنا بڑا مال تھا اور کیسے سونے کی اینٹوں کو آرے سے چیر چیر کر تقسیم کیا گیا، اتنی میراث تھی لیکن جب شادی کو پورے مدینے کو بلا سکتے تھے لیکن اللہ کے نبی ﷺ کو بھی نہیں بلایا، تو آپ ﷺ کو بعد میں شادی کا پتہ چلا، اللہ اکبر، آج ہم نے شادی کیسے کرنی ہیں، اندرون ملک بھی بیرون ملک بھی کالیں کرنی ہیں، سارے خاندان کو بلانا ہے، اس قدر خرافات ہوتی ہیں تو یہ مال کا ضیاع ہے، دیکھو اللہ پاک

قیامت میں دو سوال ضرور پوچھیں گے کہ کہاں سے کمایا تھا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ ایک ایک وقت میں ان کے دستر خوان پر دو سو دو سو آدمی کھانا کھایا کرتے تھے لیکن اپنے گھر کا یہ حال تھا کہ بالکل سادگی تھی۔

تو میرے دوستو بزرگو! اس لئے تو آپ ﷺ کے پاس فقراء آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول یہ مالدار لوگ خوب خرچ کرتے ہیں اور یہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور ہم بھی پڑھتے ہیں لیکن وہ ہم سے اجر لے جاتے ہیں، تو نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرض نمازوں کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو، تو جب مالداروں نے دیکھا کہ یہ تو کچھ پڑھ رہے ہیں تو تجسس کیا تو پتہ چلا کہ یہ تو کچھ پڑھ رہے ہیں تو وہ بھی پڑھنے لگے تو وہ فقراء پھر آپ ﷺ کے پاس آئے کہ یہ تو انہوں نے بھی پڑھنا شروع کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بھائی اللہ نے ان کو مال دیا ہے تو اس میں میں کیا کر سکتا ہوں، یہ اللہ کی نعمت ہے۔ تو میرے دوستو جب انسان مال حلال طریقے سے کماتا ہے تو یہ نعمت ہے، یہ آخرت میں ذخیرہ ہے نجات کا، اور اگر یہ مال حلال طریقے سے نہ کمایا اور ناجائز طریقے سے خرچ کیا تو یہ مال اس کے لئے فتنہ ہے، جھگڑے کا سبب ہے تو اسی لئے ان اسباب پر غور کریں اور ان کو دور کرنے کی کوشش کریں تا کہ ہم معاشرے کی لڑائیوں سے بچ سکیں اور ہمارا ایمان مکمل ہو جائے۔

اللہ پاک ہمارے لئے عمل کرنا آسان فرمائے۔ آمین!

حرام مال معاشرے کا ناسور ہے

آج مال کی وجہ سے ایک بھائی دوسرے کا دشمن بن چکا ہے، بڑے میاں مال چھوڑ کر

چلے گئے، اب اولادیں آپس میں اختلاف کرنے لگیں اور پھر یہ اختلاف اگلی نسل میں منتقل ہو جاتا ہے، اولاد کی محبت میں اور بیویوں کی فرمائش پوری کرنے کے لیے بہت سے حلال پیسے حرام راستے میں خرچ کر دیے جاتے ہیں، پھر زیادہ مال کی طلب تو اور بھی زیادہ ناس کھو دیتی ہے، سود، جوئے اور سٹہ بازی کے ذریعہ، نیز رشوتیں دے کر اور رشوتیں لے کر اور حرام چیزوں کا کاروبار کر کے، اپنے شرکاءِ تجارت کے ساتھ خیانت کر کے، مزدوروں کا حق مار کر، نمازیں برباد کر کے، اصحابِ حقوق کے حقوق روک کر مال جمع کیا جاتا ہے ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہیے کہ مجھے تو دنیا سے چلا جانا ہے، یہ مال تو دوسروں کے قبضہ میں آئے گا، میں دوسروں کے لیے اپنی آخرت کیوں خراب کروں؟ لیکن بینک بیلنس کی فکر، نوٹوں کی گڈیوں کی محبت، اس چیز کو سوچنے نہیں دیتی، اولاد بھی فتنہ (آزمائش) ہے، اولاد کی فرمائش پوری کرنے اور ان پر عمدہ مال خرچ کرنے اور ان کی شادیوں میں مال لگانے اور موت کے بعد ان کے لیے مال چھوڑنے اور ان کے لیے گھر در بنانے میں بہت سے گناہ ہوتے ہیں اور خلافِ شرع بہت سے کام کیے جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قتل و غارت کا بازار گرم ہے، ایک آدمی مال کی حرص میں، اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کی فکر میں دوسرے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ اس ظالم کو مال کی ایسی بو لگ گئی ہے کہ دوسرے کی عزت برباد ہو، جان ہلاکت میں چلی جائے، دوسرے کے بچے یتیم ہو کر بلبلاتے رہیں، اِس کی اُس کو فکر نہیں بس اپنی ذات ہے اور اپنی اولاد۔ ایسوں کے لئے مال اور اولاد فتنہ نہیں تو اور کیا ہیں؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

بحث کرنا، بخل، بے اعتدالی اور تعلقات نہ نبھانا

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِيْ تَسَاءلُوْنَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباًo

وقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

﴿أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ﴾

تمہید

اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو اس دنیا میں عبادت کے لئے بھیجا ہے کہ ہم اس جہاں میں رہ کر اللہ کو راضی بھی کریں اور لوگوں کے حقوق بھی ادا کریں، کسی کے ساتھ زیادتی نہ کریں، اختلاف کے اسباب سے دور رہیں۔

پندرھواں سبب: دینی و نسبی وحدت کا شعور نہیں رہا

امت میں جب تک دینی و نسبی وحدت کا شعور موجود تھا، لڑائی جھگڑے بہت کم تھے اگر ہوتے بھی تھے تو شدید نقصان نہ ہوتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ﴾ (۱)

”اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا والد ایک ہے۔“ یعنی: آدم علیہ السلام۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلنَّاسُ بَنُوْ آدَمَ وَخَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ مِنْ تُرَابٍ﴾ (۲)

”تم سب آدم سے پیدا کئے گئے اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے۔“

وحدت دینی: پہلی حدیث میں دینی وحدت کی طرف اشارہ ہے کہ تمھارا رب جب ایک ہے اور کتاب بھی ایک ہے، رسول بھی ایک ہے، تو پھر تم بھی آپس میں اتحاد کی فضا کو برقرار رکھو۔

وحدت نسبی: اور دوسری حدیث میں فرمایا تمھارا باپ بھی ایک ہے، اس حدیث میں وحدت نسبی کو بتایا کہ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو، تمھارا نسب ایک آدم اور حوا سے چلا ہے، تو پھر اختلاف اور لڑائی کس چیز کی؟ عزت والا وہ ہے جو تقویٰ دار ہو، عزت کی بنیاد رنگ و نسل اور قوم نہیں ہے، بلکہ نیکی ہے۔ رنگ و نسل بھی آج اختلاف کا باعث بن چکے ہیں حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اس فرق کو بالکل مٹایا تھا، آپ ﷺ نے بھائی چارہ قائم کیا۔ سیاہ فام اور گورے کو آپ ﷺ نے ایک صف میں کھڑا کیا، ہاشمی کی غیر ہاشمی پر، قریشی کی غیر قریشی پر، عربی کی عجمی پر برتری کو ختم فرمایا اور برتری کا معیار تقویٰ کو بتایا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو باوجود سیاہ فام ہونے کے اور اعلیٰ خاندان سے نہ ہونے کے باوجود بھی اعلیٰ خاندان والے قریشی لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسے معزز محترم لوگ بھی سیدنا بلال کہہ کر پکارتے تھے۔

اے کاش آج یہ اخلاق زندہ ہو جائیں تو امت کے بڑے بڑے اختلافات مٹ جائیں۔ لہٰذا نہ تو آپس میں اختلاف رکھو اور نہ ہی ان اسباب کے قریب جاؤ، جو آپس میں جھگڑے کا سبب بن رہے ہوں۔

سولھواں سبب: بحث و مباحثہ کرنا

آج جہاں چند افراد مل کر بیٹھتے ہیں، آپس میں مذہبی بحث و مباحثہ شروع ہو جاتا ہے، سیاست پر تبصرے ہونے لگتے ہیں، جس کا نتیجہ سوائے جھگڑے اور وقت کے ضائع کرنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قیمتی وقت اپنی آخرت بہتر بنانے کے لئے عطا کیا تھا، اس وقت کو کس بے

---

(۱) مسند أحمد، رقم الحدیث: ۲۳۴۸۹۔

(۲) سنن الترمذی، تفسیر القرآن، سورۃ الحجرات، رقم الحدیث: ۳۲۷۰۔

دردی کے ساتھ ضائع کیا جا رہا ہے، محض مجلس گرم کرنے کے لئے اور وقت گزاری کے لئے تبصرے ہوتے ہیں، بالآخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس محفل میں ایک دوسرے پر طنز شروع ہو جاتا ہے، ایک دوسرے کی رائے کو شدت سے رد کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں آپس میں نفرتیں پیدا ہوتی ہیں۔

دین میں بحث: دینی اور مسلکی اعتبار سے اتنا تو آپ کا حق ہے کہ آپ حق رائے دے کر علیحدہ ہو جائیں، ہر ایک سے بات منوانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو فرمایا:

﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ﴾ (1)

''بس آپ نصیحت کرتے جائیں، (کیونکہ) آپ ان لوگوں پر کوئی داروغہ مسلط نہیں ہیں''۔

اسی طرح سورۂ کافرون میں بیان کردہ مضمون کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ حق کو دلائل کے ساتھ واضح کر دیا گیا ہے، اس لیے اب اگر تم نے اسے قبول کیا، تو اس میں تمہاری فلاح و کامیابی ہے اور نہیں مانے، تو بحث و مباحثہ بھی سب چھوڑ دو، بس تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے اور میں دین کے معاملے میں تمہارے ساتھ کوئی سمجھوتا نہیں کروں گا''۔

بات حق ہو، تو جب بھی بحث نہ کرو: نبی کریم ﷺ کی تعلیمات یہ ہیں کہ اگر آپ حق بات کہہ رہے ہیں اور سامنے والا غلط بات کہہ رہا ہے، پھر بھی بحث و مباحثہ مت کرو۔ (مسند احمد) اپنا موقف بیان کرو، سامنے والے سے کہہ دو کہ اگر تمہاری سمجھ میں آئے، تو قبول کر لو اور نہ آئے، تو میں بحث نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں اس آدمی کے لیے جنت کی ضمانت دی گئی، جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔

سترواں سبب: بخل کرنا

جہاں خرچ کرنے کی ضرورت ہو، وہاں آدمی خرچ نہ کرے، یہ بخل کہلاتا ہے۔ اگر آدمی

صاحب حیثیت ہو کر بھی بیوی پر خرچ نہیں کرتا، تو آپس میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے، خوشحال جوڑے میں علیحدگی کی نوبت آجاتی ہے، اگر بیوی شوہر کے مال پر قابض ہو کر بیٹھ جائے اور گھر کی ضروریات میں ہاتھ تنگ کردے اور اپنی خواہشات پورا کرنے میں پیسہ بہانہ شروع کردے، تو بھی گھر برباد ہو جاتا ہے۔

اولاد کے ساتھ بخل: اگر والد اولاد کی جائز ضروریات پورا نہ کرے، تو بھی اولاد کے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور اگر مالی حیثیت اچھی نہ ہو، تو اولاد کو صبر سکھائیں۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کے فقر کے واقعات سنائیں، اسی طرح والدین بوڑھے ہو جائیں، تو اولاد ان پر خوب خرچ کرے، یہ خرچ بھی صدقے کا ثواب رکھتا ہے، اگر اولاد یہاں بخل کرے گی، تو والدین کے دلوں میں نفرت پیدا ہوگی اور یہ نفرت اولاد کیلئے دنیا و آخرت کی تباہی کا سبب بنے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَایَجْتَمِعُ شُحٌّ وَاِیْمَانٌ فِیْ قَلْبِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ﴾ (۱)

''بخل اور ایمان کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے''۔ (یعنی: بخیلی اور ایمان کا کوئی جوڑ نہیں)۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت اور بخل کی عادت میں ایسی منافات ہے کہ جس دل کو حقیقی ایمان نصیب ہوگا، اس میں بخل نہیں آسکتا اور جس میں بخل دیکھا جائے، تو سمجھ لیا جائے کہ اس میں ایمان کا نور نہیں ہے۔ ذرا سا غور کرنے سے ہر ایک کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ اللہ ﷻ کی ذات وصفات پر کمال ایمان ویقین کے بعد دل میں بخل اور کنجوسی جیسی کسی بری خصلت کے لئے گنجائش ہی نہیں رہ سکتی۔ (معارف الحدیث کتاب الاخلاق) آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ خِبٌّ وَّلَامَنَّانٌ وَّلَابَخِیْلٌ﴾ (۲)

''دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتانے والا آدمی جنت میں نہ جا سکے گا۔''

---

(۱) الغاشیہ: ۱۲، ۲۲۔

اس مبارک فرمان کی منشاء یہ ہے کہ یہ تینوں بری خصلتیں (دھوکہ بازی، کنجوسی اور احسان کر کے جتانا) ان خطرناک اور تباہ کن عادات میں سے ہیں جو جنت کے راستے میں رکاوٹ بننے والی ہیں، اس لئے جو بندے جنت کا شوق رکھنے والے اور جہنم سے ڈرنے والے ہوں، ان کو چاہیے کہ ان عادتوں سے اپنی حفاظت کریں۔

میانہ روی سے خرچ کریں

اللہ تعالیٰ نے سورۃ فرقان میں اپنے خاص بندوں کی صفات ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا﴾ (۱)

''اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور بخل بھی نہیں کرتے بلکہ درمیانہ روی اختیار کرتے ہیں۔''

اٹھارہواں سبب: محبت اور بغض میں اعتدال نہ کرنا

محبت اور بغض دل کے جذبات کا نام ہے، اگر دونوں جذبات خالص اللہ ﷻ کی رضا کے لئے ہوں، تو باعث اجر ہیں اور اگر محض نفس کی خواہش کی بنیاد پر ہوں، تو جھگڑے کا سبب بنتے ہیں۔ آج ان دونوں جذبات میں اعتدال نہیں رہا، آج جس سے محبت ہوگئی، اگر وہ معاشرے کا بدترین آدمی ہو، جب بھی اس کا عیب نظر نہیں آتا، اس کی تعریف کے گن گائے جاتے ہیں اور اگر کسی سے بغض اور نفرت ہو جائے تو اس کی ساری خوبیاں آدمی کو برائیاں ہی نظر آتی ہیں، اس کی شکل دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتا، اس کا نام سننا بھی گوارہ نہیں کرتا، اگر کوئی اس کی تعریف کرے، تو وہ بھی ہماری نظر میں برا ہونے لگتا ہے، یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ دوستی اور نفرت اللہ ﷻ کے لئے نہیں ہے اور دونوں میں اعتدال بھی نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دوستی اور

---

(۱) سنن النسائی، کتاب الجهاد، باب فضل من عمل فی سبیل اللہ، رقم الحدیث: ۳۱۱۶۔

(۲) جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب البخیل، رقم الحدیث: ۱۹۶۳۔

دشمنی کے لئے ایسا جامع اصول بتایا ہے، جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَّا، عَسىٰ أَنْ يَّكُوْنَ بَغِيضَكَ يَوْمًا مَّا، وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْنًا مَّا عَسىٰ أَنْ يَّكُوْنَ حَبِيبَكَ يَوْمًا مَّا﴾ (١)

”اپنے دوست سے دھیرے دھیرے محبت کرو یعنی: اعتدال سے کرو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ تمہارا دشمن بن جائے اور جس سے دشمنی ہے، اس سے بھی آہستہ آہستہ دشمنی کرو، ممکن ہے وہ آپ کا دوست بن جائے۔“

اس حدیث میں اعتدال کا سبق دیا گیا، ایسا نہ ہو کہ محبت ہو، تو سارے اندر کے راز اُگل دے، کل جب تعلق خراب ہوگیا، تو وہ آپ کے دوست راز فاش کردے اور نقصان ہو، آپس میں جھگڑا پیدا ہو، یہ اعتدال سے ہٹ جانے کی وجہ سے ہوتا ہے، بسا اوقات تعلق اور محبت حد سے بڑھ جاتی ہے، تو آدمی سامنے والے سے وفاداری اور تعاون کی امیدیں باندھ لیتا ہے، وہ جب ان امیدوں کے خلاف کرتا ہے، تو جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے لوگوں سے امید مت باندھو، جب بندہ اللہ سے امید باندھتا ہے، تو اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، اور لوگوں سے استغناء کرتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت بیٹھ جاتی ہے۔

انیسواں سبب: تعلقات کو نہ نبھانا

مسلمان کو چاہئے کہ جس کے ساتھ تعلق ہے، اس کو حتی الوسع نبھانے کی کوشش کرے ،بطورِ خاص جن کے حقوق ذمہ میں عائد ہوتے ہیں، ان کی ادائیگی کی فکر کرے، اگر کسی کے ساتھ مناسبت پیدا نہیں ہوسکتی اور آپ کا میلان اس کی طرف نہیں ہو رہا، تو کوئی بات نہیں، لیکن تعلق مت توڑو، یہ کوئی ضروری نہیں کہ تم صبح وشام ان کے پاس جایا کرو، طبیعت نہیں ملتی، تو مت جاؤ، لیکن تعلق بھی مت توڑو، حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو، ایسا کرنے سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔

---

(١) سورۃ الفرقان آیت نمبر: ٦٧۔

تعلق والے سے اگر تکلیف ہو، تو صبر کریں

اگر کسی سے تکلیف ہو، تو بھی اس کے حق کی ادائیگی کرتے رہیں اور تکلیف پر صبر کریں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت مسطح رضی اللہ عنہ سے ایک بار سخت اذیت پہنچی، مسطح رضی اللہ عنہ کے گھر کا خرچ ابو بکر رضی اللہ عنہ دیا کرتے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ آئندہ خرچ نہیں دیا کروں گا، بلکہ نہ دینے کی قسم کھالی، اس پر آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (۱)

''اور جو لوگ تم میں صاحبِ فضل (اور صاحبِ) وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ (خیرات) نہیں دیں گے ان کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔''

جس میں یہ بیان کیا گیا کہ اہل خیر، صاحب مال کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ قرابت داروں پر خرچ نہ کریں، کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہاری مغفرت ہو۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فوراً فرمایا کہ اے اللہ! ہم چاہتے ہیں تو ہماری مغفرت فرمائے۔ (۲) پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ارادے کو ترک کر دیا اور دوبارہ سے خرچ بحال کر دیا اور قسم کا کفارہ ادا کیا، حالانکہ یہ خرچ دینا کوئی واجب نہ تھا، لیکن اسلامی معاشرے نے اعلیٰ مثال بتائی کہ اچھے لوگ ایسا نہیں کیا کرتے، بلکہ معاف کر دیا کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ تعلقات کے نبھانے میں کوتاہی کی وجہ سے معاشرے میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ خرچ کرنا جب اللہ کی رضا کے لئے ہوگا، تو کسی کی اذیت کی پرواہ نہیں کرے گا، بلکہ اپنی آخرت سنوارنے کے لئے خرچ کرے۔

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب البر والصلاۃ، باب الاقتصاد فی الحب والبغض، رقم الحدیث: ۱۹۹۷۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ٥، اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَةِ فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلاً اَحَداً لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ﴾

ایک آدمی اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ بیٹے یہ کام کرلے اوراسی بیٹے کوتاکید کرنے کے لیے یوں کہا جائے کہ بیٹے میرا یہ حکم ہے کہ یہ کام کرلوتو دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے، اسی طرح سے اللہ پاک نے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے، مساوات وبرابری کا حکم دیتا ہے، آپس میں جو اختلافات اور جھگڑے پیدا ہوجاتے ہیں ان کے متعلق پچھلے کئی اتواروں سے یہ مضمون چل رہا تھا ،ان جھگڑون کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ

بیسواں سبب: اولاد میں مساوات نہ کرنا

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک اعتدال والا دین عطا فرمایا ہے، اگر آدمی اس مبارک دین کواپنا لے تو بڑی ہی خوش اسلوبی کے ساتھ معتدل زندگی گذار کر آخرت کی کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔ اللہ نے قرآن مجید میں جابجا اعتدال کا حکم دیا، انصاف کا درس دیا ہے، ظلم وزیدتی سے روکا ہے۔

چنانچہ اللہ کا حکم ہے: ﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾

”عدل وانصاف سے کام لو یہ بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔“

گھریلو جھگڑوں کا ایک سبب بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے والدین اولاد کی محبت اور پیار

---

(۱) سورۃ نور کی آیت نمبر۲۲۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ نور، رقم الحدیث: ۴۷۵۷۔

میں برابری نہیں کر پاتے، نوازشات میں عدل سے کام نہیں لیتے جس کی وجہ سے بہنوں اور بھائیوں میں نفرت کی بنیاد پڑ جاتی ہے اور اولاد یں احساس کمتری کا شکار ہو جاتی ہیں اور انکی نظروں میں والدین ظالم شمار ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان باریک احساسات کا بڑا خیال رکھا ہے اور والدین کو اولاد میں برابری کا حکم دیا چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿سَوُّوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَةِ فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلاً اَحَداً لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ﴾ (۱)

''عطاء اور دینے میں اپنی سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا معاملہ کرو، اگر میں اس معاملہ میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں (یعنی لڑکیوں) کو ترجیح دیتا۔''

(یعنی مساوات اور برابری ضروری نہ ہوتی تو میں حکم دیتا کہ عورتوں کو زیادہ دیا جائے)۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ نے اولاد کے بارے میں یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ:

﴿اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَةِ" و فی روایۃ "فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ﴾ (۳)

''ان کو دینے اور ان کے ساتھ مہربانی کرنے میں سب کے ساتھ انصاف اور برابری کا برتاؤ کیا جائے۔''

یہ نہ ہو کہ کسی کو زیادہ نوازا جائے اور کسی کو محروم رکھا جائے یا کم دیا جائے، اگر اولاد میں سے کسی کو زیادہ نوازا جائے اور کسی کو کم دیا جائے تو ان میں باہم بغض و حسد پیدا ہوگا جو دین اور تقوے کے لئے تباہ کن اور ہزار فتنوں کی جڑ ہے۔ نیز اولاد میں جس کے ساتھ ناانصافی ہوگی اس کے دل میں باپ کی طرف سے میل آئے گا اور شکایت کدورت پیدا ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس کا انجام کتنا خراب ہوگا دنیا و آخرت دونوں کی بربادی ہوگی۔

ایک وضاحت

حدیث بالا میں لڑکیوں کو زیادہ دینے کی بظاہر وجہ یہی ہے کہ وہ محنت اور مزدوری کی مشقت نہیں کر سکتیں اور اس کمزوری میں ان کے خیر ہے کہ وہ معاش میں نہ لگیں بلکہ وہ گھر رہ کر اولاد کی

تربیت کا سلیقہ سیکھ لیں، باقی میراث میں آدھا اس لئے دیا جاتا ہے کہ عورت کو شادی کے موقع پر مہر دینے کا حکم دیا گیا، مہر اور میراث دونوں کو ملایا جائے تو عام طور پر لڑکے کے دوگنا جتنا ہو ہی جاتا ہے۔

رسم ورواج

جب سنت کی جگہ رسم اور بدعت رواج پا جاتی ہے تو بھی اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں، ایک آدمی سنت کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے، گھر کے دوسرے افراد رسم ورواج کی دیواریں سامنے کھڑی کر دیتے ہیں جس سے گھر میں فساد پیدا ہوتا ہے، اور پھر جو آدمی سنت کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے گھر کے سارے افراد ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، اسے برا کہنا شروع کر دیتے ہیں پھر اس کی نفرت کی وجہ سے دین کو بھی برا کہنا شروع کر دیتے علماء کو برا کہتے ہیں جس کا نتیجہ ایمان کی موت کے سوا کچھ نہیں، چاہیے تو یہ تھا کہ گھر کا جو فرد سنت کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے دیگر افراد اسکی حوصلہ افزائی کریں مگر یہاں معاملہ الٹ ہے نہ از خود دین پر چلتے ہیں اور نہ کسی اور کو چلنے دیتے ہیں جو کہ سراسر ظلم ہے۔

اکیسواں سبب: بد معاملگی کرنا

معاملات میں خرابی بھی فساد کی جڑ ہے، اس لئے کہا جاتا ہے کہ رہن سہن تو آپس میں بھائیوں کی طرح اختیار کرو اور معاملات اجنبیوں کی طرح کرو، ایک دوسرے کے ساتھ معاملات صاف صاف رکھو، ابھی تو تعلق کی وجہ سے آدمی کہہ دیتا ہے کہ کوئی بات نہیں لیکن بعد میں جھگڑے کی نوبت پیدا ہو جاتی ہے، آپس کے لین دین یاد رکھا کریں اور ان کی ادائیگی کی فکر کیا کریں، باپ بیٹے کے معاملات صاف ہوں، بھائی کے بھائی کے ساتھ معاملات صاف ہونے چاہئیں اگر دو بھائی ملکر ایک کاروبار میں پیسہ لگاتے ہیں تو پہلے متعین کریں کہ دونوں آپس میں شرا

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، باب العین، احادیث عبداللہ بن العباس، ج ۱۱ ص ۳۵۴، رقم الحدیث ۱۱۹۹۷۔

(۲) معجم الکبیر للطبرانی۔ (۳) بخاری، کتاب، باب الحصۃ للولد، و باب الاستحصار فی الھبۃ، رقم الحدیث: ۲۵۸۷۔

کت کررہے ہیں یا مضاربت کررہے ہیں ایک کا حکم الگ الگ ہے اس طرح باپ کے خریدے ہوئے پلاٹ پر بڑا بھائی مکان تعمیر کراتا ہے دوسرے بھائی بھی اس تعمیر میں حصہ ڈالتے ہیں اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) بڑے بھائی کے ساتھ چھوٹے نے تعاون کے طور پر حصہ ڈالا یہ احسان ہے مکان میں انکا کوئی حصہ نہیں ہے۔

(۲) قرض کے طور پر حصہ ڈالا یعنی بڑے بھائی کو اتنا مال بطور قرض دیا ہے اس صورت میں مکان میں دوسرے شریک تو نہ ہوں گے لیکن بڑے بھائی یہ رقم ان کو لوٹانی ہوگی۔

(۳) مکان میں حصہ داری کی نیت سے پیسہ لگایا، دونوں بھائی بقدر رقم اس مکان میں شریک رہیں گے۔

والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے جائداد کو کیسے تقسیم کیا جائے، اب کیسے تقسیم کیا جائے؟ اب مفتی صاحب بھی بڑا حیران، سرگرداں کہ یا اللہ اسکو کیسے بانٹوں؟ اس لئے کہ وہ گرہ اس طرح الجھ گئی ہے کہ وہ اب سلجھنے کا نام ہی نہیں لے رہی ہے، برائیاں اور اختلافات پیدا ہوگئے ہیں چنانچہ نہ ایک مکان چھوڑنے کو تیار نہ دوسرا مکان چھوڑنے کو تیار، نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں اختلافات اور لڑائیاں، اوپر نیچے رہ رہے ہیں لیکن ایک دوسرے کی شکل دیکھنا گوارہ نہیں ہے مہینے مہینے گزر جاتے ہیں ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوتی یہ کیوں ہے کہ ہم نے معاملات نہیں ٹھیک کیے، معاملات میں اگر خرابی پیدا ہوتی ہے تو آپس میں اختلافات بڑھ جایا کرتے ہیں۔ اس لئے نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ معاملات صاف رکھا کرو۔

نبی اکرم ﷺ اور معاملات: ایک اور مثال سمجھیئے، معاملات کی بات آتی ہے، حضرت محمد ﷺ

سے بڑھ کر کون سا ایسا انسان ہے جو معاملات میں صاف ہو؟ نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی اور جب ہجرت کا موقع آیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی سے یہ خیال تھا کہ آنحضرت ﷺ مجھے ہی ہجرت میں اپنا رفیق سفر بنائیں گے، اس لئے کہ یہ بات عام طور پر ہوتی تھی کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کثرت سے نام لیا کرتے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اکثر یوں فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر بھی گئے، میں بھی گیا، عمر بھی گئے، میں آیا ابوبکر آئے، عمر آئے، عثمان آئے، اسی ترتیب سے آپ ﷺ نام لیا کرتے تھے تو ہمیں یہ خیال ہوا کہ آپ ﷺ کے جانے کے بعد خلافت کی ترتیب بھی یہی رہے گی اس لئے کہ جب بھی آپ ﷺ ان کا نام لیتے تو اس ہی ترتیب سے نام لیتے تھے تو ہم سمجھ جایا کرتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کی منشا یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے اوّل ہوں۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو اونٹنیاں پال رکھی تھیں اور اس نیت سے کہ جب ہم ہجرت کر کے جائیں گے تو ایک پر نبی کریم ﷺ اور دوسری پر میں سوار ہو جاؤں گا اور آپ جانتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بغیر کسی جھجک کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مال کو استعمال فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے سب کا بدلہ دے دیا لیکن ابوبکر کا بدلہ نہیں دے سکا، ان کا بدلہ خود اللہ پاک محشر میں عطا فرمائیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تین پسندیدہ چیزیں

اتنا بڑا اعزاز ہے اور بڑی عجیب بات کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تین چیزیں بڑی محبوب ہیں، کسی نے پوچھا کہ کون سی؟ تو فرمایا کہ ایک تو یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا حکم ہو اور میرا مال ہو، دوسری بات یہ کہ نبی پاک ﷺ کے نکاح میں میری بیٹی کا ہونا میرے لیے

بڑے اعزاز کی بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ میرے داماد ہیں (اللہ اکبر)، تیسری بات کہ جو ہجرت میں تین راتیں میں نے تنہائی میں آپ ﷺ کو جی بھر کر دیکھا یہ موقع کسی کو نصیب نہیں ہوا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہجرت کی رات والی نیکیاں مجھے دے دیں اور میری ساری زندگی کی راتیں مجھ سے لے لیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کتنی نیکیاں تھیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول، یہ آسمان کے ستاروں بھر کس کی نیکیاں ہوں گی؟ فرمایا جی حضرت عمر بن خطاب کی نیکیاں آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں، (اللہ اکبر) تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیکہ میرے والد کی پھر کتنی نیکیاں ہوں گی؟ تو ارشاد فرمایا کہ تیرے والد کی نیکیوں کا تو کوئی حساب ہی نہیں ہے (اللہ اکبر) تو یہ لوگ (رضی اللہ عنہم) نیکیوں کے بڑے حریص تھے کہ ہمیں نیکی مل جائے، ہماری آخرت بن جائے، آج ہمیں دنیا کی حرص ہے دنیا کے عہدوں کی حرص ہے، لیکن آج اعمال کی حرص نہیں ہے (اللہ اکبر)

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ معاملات صاف دیکھیں کہ نبی پاک ﷺ نے وہ اونٹنی خریدی اور اس پر سوار ہوئے تو فوراً اس کی قیمت ادا فرمائی، یہ نہیں فرمایا کہ ساری کائنات میرے لیے بنی ہے مجھے کیا ضرورت ہے قیمت دینے کی۔ آج دنیا یہ کہتی ہے کہ جناب جب ربیع الاول کا موقع آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور منقبت کی ساری چیزیں بیان ہوں اور اس میں اسراف اور فضول خرچیاں بھی ہوں اور بے جا بجلیاں بھی ضائع ہوں، اور اس میں یہ کہا جائے کہ نبی اکرم ﷺ ہی کے لئے کائنات بنی ہو، وہاں تو نبی اکرم ﷺ نے نہیں فرمایا کہ کائنات میرے لئے

بنی ہے اور ابوبکر کا مال گویا میرا مال ہے، نہیں بلکہ آپ ﷺ نے قیمت ادا فرمائی۔

مسجد نبوی کی زمین خریدی گئی

اور اگلی بات کہ جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے وہ جگہ متعین فرمائی کہ یہاں مسجد بنانی ہے، جب جگہ متعین ہوگئی تو پوچھا کہ کس کی جگہ ہے؟ تو بتایا گیا کہ فلاں فلاں دوافراد ہیں ان کی جگہ ہے، تو آپ ﷺ نے ان کو بلایا، اس جگہ کی قیمت دی اور پھر آپ ﷺ نے وہاں مسجد تعمیر فرمائی، انہوں نے کہا بھی کہ اے اللہ کے رسول ہماری طرف سے تحفے میں لے لیجیے، ہمارے لیے تو سعادت کی بات ہے لیکن آپ ﷺ نے قیمت ادا کی لیکن آپ ﷺ نے قیمت ادا فرمائی۔

اسلام کے تین حصے معاملات ہیں

تو اس لیے میرے عزیز دوستو بزرگو نبی اکرم ﷺ کے معاملات کس قدر پاک صاف تھے، آج ہمارے معاملات بڑے خراب ہیں، تو اس لیے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپس میں لڑائی جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور اگر آپ گہری نظر سے اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں، اگر آپ قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں، اگر آپ احادیث پاک کو دیکھیں گے اور آپ اسلام کے چار حصے کر لیجیے ایک حصہ عبادات ہے اور تین حصے معمالات ہیں، اس لیئے کہ عبادات میں تو روزانہ پانچ مرتبہ اپنے رب سے ملنا ہے اور معاملات میں تو اس نے روزانہ سو آدمیوں سے ملاقات کرنی ہے، عبادت اگر زکوۃ کی ہے تو وہ سال میں ایک مرتبہ آئے گی، حج ہے تو زندگی میں ایک بار آئے گا لیکن معاملات کی بات میں تو گھر میں بھی معاملات ہیں گھر سے باہر بازار میں معاملات ہیں، اپنے دفتر میں جاتا ہے وہاں معاملات ہیں، سفر میں جاتا ہے وہاں معاملات ہیں، تو جب تک ہمارے معاملات

صاف نہیں ہوں گے تو آپس میں لڑائیاں اور جھگڑے پیدا ہوں گے، اور یاد رکھیں معاملات ایسی چیز ہے کہ اگر کسی کے معاملات ٹھیک نہیں تو اس کی دینداری نامکمل ہے، وہ تہجد کا، چاشت، اوابین کا پابند بھی ہے، وہ تلاوت کا بڑا اہتمام کرتا ہے، پابندی کرتا ہے لیکن اگر وہ معاملات میں کوتاہی کرتا ہے تو یاد رکھیں کہ اس کی دینداری میں نقص ہے۔

معاملات میں صاف ہونے کی دو علامات

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق واقعہ آتا ہے کہ کسی نے ان سے کہا کہ فلاں آدمی بڑا اچھا ہے تو فرمایا کہ کبھی اس کے ساتھ سفر ہوا؟ تو عرض کیا کہ نہیں ہوا، اور پھر فرمایا کہ کبھی اس کے ساتھ کوئی معاملہ کیا؟ کہا نہیں کوئی معاملہ بھی نہیں ہوا، تو فرمایا کہ پھر آپ کیسے کہتے ہو کہ وہ اچھا آدمی ہے؟ تو معلوم ہوا کہ انسان کی پہچان معاملات سے ہوتی ہے، اگر کوئی آدمی معاملات میں اچھا ہے کھرا ہے تو سمجھ لو کہ وہ عبادات میں اور باقی چیزوں میں بھی اچھا ہوگا، خالص ہوگا اور معاملات کے لیے تو بڑے ایمان کی ضرورت ہے، مضبوط ایمان کی ضرورت ہے، نماز کے لیے تو تھوڑا سا ایمان ہوتا ہے تو وہ آدمی کو نماز پر تیار کر لیتا ہے اور اس کے بعد جو ایمان آتا ہے وہ معاشرت والا ایمان ہے اخلاق والا ایمان ہے، اس کے بعد معاملات والا ایمان ہوتا ہے اس کے لیے بڑے ایمان کی ضرورت ہوتی ہے۔

اخلاق، معاملات اور سیاست کیلئے مضبوط ایمان

آپ دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی بڑے اہتمام سے نماز پڑھتا ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ اس کے اخلاق ٹھیک نہیں ہیں بڑا ترش مزاج ہے، سخت مزاج والا ہے تو یہی معلوم ہوگا کہ نمازی تو ہے لیکن اخلاق والا ایمان ابھی اس کے پاس نہیں ہے اس کے لیے بڑے ایمان کی ضرورت ہے،

کبھی کبھی آپ کہتے ہیں کہ نمازی بھی، اخلاق بھی اچھے لیکن معاملات اس کے اچھے نہیں ہیں تو پتہ چلا کہ معاملات کے لیے اور بڑے ایمان کی ضرورت ہیاور معاملات کے بعد جو اگلا آخری درجہ آتا ہے وہ سیاست کا درجہ آتا ہے، سیاست کے لیے اور بڑے ایمان کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ آدمی کے سامنے جب ملک وکشور آجائے اوراس موقع پر آدمی کا ایمان برقرار رہ جائے تو یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفات تھیں کہ سب کچھ آنے کے بعد بھی ایمان ضائع نہیں ہوتا تھا۔تو اس لئے اپنے معاملات کو بھی ٹھیک رکھا کرو۔

جائیداد کو تقسیم کریں

والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، جائیداد کو تقسیم کیا جائے، اب کیسے تقسیم کیا جائے؟ اب مفتی صاحب بھی بڑا حیران۔سرگردان کہ یا اللہ اس کو کیسے بانٹوں؟ اس لئے کہ وہ گرہ اس طرح الجھ گئی ہے کہ وہ اب سلجھنے کا نام ہی نہیں لے رہی ہے، برائیاں اور اختلافات پیدا ہو گئے ہیں، چنانچہ نہ ایک مکان چھوڑنے کو تیار نہ دوسرا مکان چھوڑنے کو تیار، نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں اختلاف ولڑائیاں اوپر نیچے رہ رہے ہیں لیکن ایک دوسرے کی شکل دیکھنا گوارہ نہیں ہے، مہینے مہینے گذر جاتے ہیں ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوتی، یہ کیوں؟ اس لئے کہ ہم نے معاملات ٹھیک نہیں کئے، معاملات میں اگر خرابی پیدا ہوتی ہے تو آپس میں اختلاف بڑھ جایا کرتے ہیں، اس لئے نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ معاملات صاف رکھا کرو تا کہ اختلافات نہ ہوں۔

معاملات کی صفائی کی چند صورتیں

(۱) بسا اوقات دو آدمی آپس میں گہرے تعلق دار ہوتے ہیں کوئی تجارتی معاملہ کرتے ہیں، خریدار قیمت پوچھتا ہے تو بیچنے والا کہتا ہے ارے آپ سے کیا لینا آپ لے جائیں بعد میں دیکھ لیں گے،

ایسا کرنا جائز نہیں ہے بعد میں یہی تعلق جھگڑے کا سبب بن جاتا ہے۔خریدار نے اپنے ذہن میں جو قیمت متعین کی وہ بیچنے والے کی سوچ سے کم ہے تو لازمی جھگڑا ہوگا۔

(۲) ادھار والا معاملہ دو آدمیوں کی موجودگی میں لکھ کر رکھا جائے، اس مضمون کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرۃ میں ایک مکمل رکوع نازل فرمایا۔

(۳) ادھار والے معاملے میں قیمت یا سامان کی ادائیگی کا وقت بھی متعین کیا جائے ورنہ بعد میں تنازعہ ہوسکتا ہے۔

بائیسواں سبب: استعمال کی چیزوں میں بخل کرنا

سورہ ماعون میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہلاکت بتائی ہے جو روزمرہ کی استعمال کی اشیاء میں بھی ایک دوسرے کو استعمال کرنے سے منع کرتے ہیں، ایسی چیزیں جو دوسرے کے استعمال سے خراب نہیں ہوتیں یا ختم نہیں ہوتیں یا گھٹتی نہیں ان کو روکنا اور استعمال کیلئے نہ دینا حد درجے کا بخل ہے اور ایسا کرنے سے بھی فساد پیدا ہوتا ہے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہانڈی، ہتھوڑا، ڈول، ترازو وغیرہ اس قسم کی چیزیں ہیں، (۱) غرض کوئی بھی ایسی چیز جو دوسرے کے استعمال سے ضائع نہ ہو اس کو دوسرے کے مانگنے پر دے دینا چاہیے۔

یہ امانتیں ہیں

اور جب آپ اس قسم کی چیز کسی سے مانگ کر لے آئے تو ضرورت پوری کر کے واپس کردیں، یہ بڑی کوتاہی ہے کہ آدمی وہ چیز دبا کر بیٹھ جائے، واپسی کا نام ہی نہ لے، یہ امانت میں خیانت ہے، قیامت کے دن اس کا جواب دینا پڑے گا، یہ امانتیں اس دن پوچھی جائیں گی اس

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی رحمہ اللہ، سورۃ الماعون۔

دن کہا جائے گا کہ فلاں عزیز سے وہ چیز لے کر تو نے ضائع کی تھی آج وہ دو اس کو، وہ کہے گا کہاں ہے؟ تو اللہ پاک کی طرف سے حکم ہوگا کہ وہ جہنم میں پڑی ہے جاؤ لے کر آؤ، چنانچہ جائے گا اس کو نظر آئے گی وہ اس کو اٹھائے گا اور جہنم میں اوپر چڑھتا چڑھتا آخر تک آئے گا پھر ہاتھ سے چھوٹ جائے گی اور نیچے گر جائے گا، پھر فرشتے مارتے ہوئے لے کر جائیں جاؤ لے کر آؤ، پھر جائے گا پھر گر جائیگا اسی طرح سے مسلسل اس کو عذاب ہوتا رہے گا، صرف اس ہی بنیاد پر کہ اس نے امانت میں خیانت کی ہے۔ (۱)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آپ کے گھر میں کوئی کھانے کی چیز بھیجتا ہے تو وہ چیز تو آپ کے لئے ہدیہ یا صدقہ ہے لیکن برتن امانت ہے، اس کو مالک کی اجازت کے بغیر کھانے میں استعمال نہ کریں، اس قدر باریک باتوں کا بھی شریعت میں خیال رکھا گیا ہے، یہ اس لئے کہ لڑائی جھگڑے نہ ہوں۔

تیئسواں سبب: دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لا یُجْلَسُ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا﴾ (۲)

”دو آدمیوں کے بیچ میں ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھو۔“

ایک حدیث میں ہے:

﴿لا یَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا﴾ (۳)

”کسی کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ (قریب قریب بیٹھے ہوئے) دو آدمیوں کے درمیان انکی اجازت کے بغیر بیٹھ کر انہیں ایک دوسرے سے الگ کر دے۔“

---

(۱) الترغیب والترھیب۔

(۲) (۳) سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیر اذنھما، رقم الحدیث: ۴۸۴۴، ۴۸۴۵۔

سبحان اللہ العظیم! رسول اللہ ﷺ ان کی تعلیمات و ہدایات میں میں لطیف انسانی جذبات اور نازک احساسات کا کتنا لحاظ فرمایا گیا ہے۔

قابل لعنت ہے وہ آدمی

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک نے اس شخص کو قابل لعنت قرار دیا ہے جو لوگوں کے حلقے کے درمیان میں جا کر بیٹھ جائے، ارشاد فرمایا:

﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ﴾ (۱)

و فی روایة الترمذی: ﴿قَالَ حُذَیْفَةُ: مَلْعُوْنٌ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ اَوْ لَعَنَ اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ﴾ (۲)

اور ترمذی کی رویت ہے کہ ملعون ہے وہ آدمی۔ راوی کہتے ہیں یا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا:

''اللہ نے لعنت کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو حلقے کے درمیان میں بیٹھے۔''

شارحین نے اس حدیث کی کئی توجیہیں کی ہیں:

پہلی یہ کہ اللہ کے بندے حلقہ بنائے بیٹھے ہیں ایک متکبر یا بے تمیز اور ادب سے نا آشنا آدمی لوگوں کے اوپر سے پھلانگ کے حلقہ کے بیچ میں آ کر بیٹھ جاتا ہے بلاشبہ یہ سخت مجرمانہ حرکت ہے اور ایسا آدمی لوگوں کی لعنت کا مستحق ہے۔

دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے حلقہ بنائے بیٹھے ہیں اور ہر ایک کا دوسرے سے آمنا سامنا ہے ایک آدمی آ کر اس طرح حلقہ کے بیچ میں بیٹھ جاتا ہے کہ بعض لوگوں کا آمنے سامنے ہونا باقی نہیں رہتا ظاہر ہے کہ یہ بھی بہت بے ہودہ حرکت ہے۔

---

(۱) سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب الجلوس وسط الحلقة، رقم الحدیث:۴۸۲۶۔

(۲) کتاب الادب، باب کراهیة القعود وسط الحلقة، رقم الحدیث:۲۷۵۳۔

تیسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اس سے وہ مسخرے مراد ہیں جو لوگوں کے بیچ میں ان کو ہنسانے کے لیے بیٹھ جاتے ہیں اور یہی ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔[1] اس بری عادت کی شدید مذمت اس لئے کی گئی کیونکہ ایسا کرنے سے آپس میں نفرتیں جنم لیتی ہیں جو بعد میں لڑائی کا سبب بنتی ہیں۔

آپ ﷺ کی تعلیمات کتنی زبردست ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ جب تم سفر میں تین آدمی ہو تو ایسا نہ کرنا کہ دو ایک طرف ہو جائیں اور تیسرا ایک رہ جائے اس لیے کہ جب تم دو آدمی تنہائی اختیار کرو گے تو تیسرے کے دل میں ضرور نفرت پیدا ہوگی، شیطان ضرور وسوسے ڈالے گا، آپ ﷺ نے ان احساسات کی رعایت رکھنے کا کہا ہے کہ تم ایسا کرو گے تو آپس میں محبتیں پیدا ہوں گی، ایک دوسرے کا خیال رکھا کرو۔

چوبیسواں سبب: دوسروں سے امیدیں باندھنا

آدمی سامنے والے سے بے جا امیدیں لگا لیتا ہے اور اگر وہ امیدیں پوری نہیں ہوتیں تو بھی جھگڑے کا سبب بن جاتا ہے اور سکون برباد ہو جاتا ہے، مثلاً خوشی کا موقع آیا تو دل میں خیال آیا لوگ مجھے مبارک باد دیں، خوب خوشی کا اظہار کریں، اگر اس توقع کے خلاف ہوا تو آپس میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے، بس آدمی کو لوگوں سے اس قسم کی توقعات نہیں رکھنی چاہئیں۔ مثلاً جب شادی کے موقع پر جو ہم نے اسے گفٹ دیا تھا اور وہ اچھا خاصا تھا اور ہمیں توقع تھی کہ جب میرے ہاں بیٹے، بیٹی کی شادی ہوگی تو مجھے اس سے اچھا دے گا تو ہم نے بہت توقع باندھی ہوئی تھی اور یہ توقع رکھی کہ اس کی آمدنی بھی مجھ سے اچھی ہے میں نے اس کو ہزار دیا اس کو پندرہ سو دینا چاہیے جب وہ اس سے کم کرے گا تو دل میں نفرت پیدا ہوگی، دیکھو اللہ پاک نے کیا ضابطہ ارشاد فرمایا:

---

(۱) معارف الحدیث۔

﴿وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ﴾

''اور یہ جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال افزائش ہو تو خدا کے
نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی۔''

یعنی یہ جو تم ایسے موقع پر مال دیتے ہو اور تمہارے دل میں ہوتا ہے کہ یہ واپس لوٹایا جائے گا اور مجھے دوگنا دیا جائے گا تو فرمایا کہ اس میں برکتیں نہیں آتیں، یہ بڑھے گا نہیں۔

لیکن فرمایا کہ:

﴿وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ﴾ (1)

''اور تم جو زکوۃ دیتے ہو اور اس سے خدا کی رضامندی طلب کرتے ہو تو (وہ موجب برکت ہے
اور) ایسے ہی لوگ اپنے مال کو دوچند سہ چند کرنے والے ہیں۔''

یعنی جب تم کسی آدمی کو اس میں سے مال دیتے ہو کہ وہ مسلمان بھائی ہے اس کی دل جوئی ہو جائے اس کا کام بن جائے تو فرمایا کہ اس پر اللہ پاک آپ کو دوگنا اجر عطا فرمائیں گے۔

آج مال میں برکت کیوں نہیں؟

آج ہم کہتے ہیں جناب صدقہ بھی کیا تھا لیکن مال میں برکت پتہ نہیں کیوں نہیں ہوتی، دیکھو بھائی اس وقت تمھاری نیت فاسد تھی، دکھلاوے کی نیت ہے تو بھی فاسد ہوگئی، کسی کا تعاون حاصل کرنے کی نیت ہے تو بھی اجر نہیں ملے گا، ضعف اور دوگنا کا وعدہ تب ہے کہ جب خالص اللہ کی رضا ہو، اس لیے کہ علماء کرام نے کہا ہے کہ ان معاملات کو نیوتا بھی کہا جاتا ہے کہ ایسی تقریبات میں اپنے دینے کو لازم سمجھنا، کہ میں نہیں دوں گا تو وہ برا منائے گا یہ جائز نہیں، اور جب یہ ناجائز ہے تو اس چیز کا کھانا بھی ناجائز ہے، اس کو استعمال بھی نہ کیا جائے، ہاں آپ اس لیے

---

(1) سورہ روم آیت ۳۹۔

دے سکتے ہیں کہ مسلمان بھائی ہے اس خوشی کے موقع پر میں بھی شریک ہو جاؤں تو خیر کی بات ہے اجر کی بات ہے، تو اس لیے میرے دوستو بزرگو اگر ہم ان چیزوں کی رعایت رکھتے ہیں تو انشاء اللہ آپس میں محبتیں پیدا ہوں گی، جب کسی کو کچھ دو تو اللہ کی رضا کے لیے، اس لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿مَنْ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَحَبَّ لِلّٰہِ فَقَدِاسْتَکْمَلَ اِیْمَنَہٗ﴾ (۱)

”جس نے اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روکا اور اللہ کے لیے بغض رکھا
اور اللہ کے لیے محبت کی تو اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔“

تو ضروری ہے کہ اپنے ایمان کو ہم مکمل کریں، اپنے معاملات کو بھی درست رکھیں، اپنی اولادوں میں بھی انصاف سے کام لیں اور روزمرۃ کی جو استعمال کی چیزیں ہیں وہ بھی ایک دوسرے کو دیتے رہا کرو، اس میں بخل نہ کریں، اور اگر سامنے والا ہماری چیز کو ضائع کر دیتا ہے تو پھر آپ روک سکتے ہیں آپ کی مرضی ہے، لیکن اس بات کی پوری کوشش کی جائے کہ اپنے معاملات کو درست رکھا جائے۔

اللہ پاک ہم سب کے لئے عمل کرنا آسان فرمائے۔

(۱) جامع ترمذی۔

مکتبہ فکرِ آخرت

جامع مسجد رفاہ عام ملیر ہالٹ کراچی

www.fikreakhirat.org ﴿جامع مسجد رفاہِ عام﴾